21

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

31 مئی تا 6 جون 2007ء/13 تا 19 جمادی الاوّل

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

28 مئی یوم تکبیر؟

فرعونیت اور قارونیت کی حقیقت

قومی ایٹمی اثاثہ اور عالمی استعمار کا محاصرہ

احیائے خلافت سیمینار کی رپورٹ

شیخ نورسی کی تفسیر قرآن

جناب صدر! ایک مشکل فیصلہ اور کیجئے!

دستِ غیب

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

غفلت گمراہی کا باعث ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴾ (یوسف)

''زمین اور آسمانوں میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ لوگ گزرتے رہتے ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے۔''

اس سے مقصد لوگوں کو ان کی غفلت پر متنبہ کرنا ہے۔ زمین اور آسمان کی ہر چیز بجائے خود محض ایک چیز ہی نہیں ہے بلکہ ایک نشانی بھی ہے، جو حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جو لوگ ان چیزوں کو محض چیز ہونے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں وہ انسان کا سا دیکھنا نہیں بلکہ جانوروں کا سا دیکھنا دیکھتے ہیں۔ درخت کو درخت، پہاڑ کو پہاڑ اور پانی کو پانی تو جانور بھی دیکھتا ہے اور اپنی اپنی ضرورت کے لحاظ سے ہر جانور ان چیزوں کا مصرف بھی جانتا ہے۔ مگر جس مقصد کے لیے انسان کو حواس کے ساتھ سوچنے والا دماغ بھی دیا گیا ہے، وہ صرف اسی حد تک نہیں ہے کہ آدمی ان چیزوں کو دیکھے اور ان کا مصرف اور استعمال معلوم کرے، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی حقیقت کی جستجو کرے اور ان نشانیوں کے ذریعہ سے اُس کا سراغ لگائے۔ اسی معاملہ میں اکثر انسان غفلت برت رہے ہیں اور یہی غفلت ہے جس نے ان کو گمراہی میں ڈال رکھا ہے۔ اگر دلوں میں یہ قفل نہ چڑھا لیا گیا ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کی بات سمجھنا اور ان کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانا لوگوں کے لیے اس قدر مشکل نہ ہو جاتا۔

تفسیر تفہیم القرآن (جلد دوم)

سید ابوالاعلیٰ مودودی

سورۃ المائدہ

(آیات: 106 تا 108)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ
فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ
وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ (106) فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ
الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (107) ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى
وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (108)﴾

''مومنو! جب تم میں سے کسی کو موت آ موجود ہو تو شہادت (کا نصاب) یہ ہے کہ وصیت کے وقت تم (مسلمانوں) میں سے دو مرد عادل (یعنی صاحب اعتبار) گواہ ہوں۔ یا اگر (مسلمان نہ ملیں اور) تم سفر کر رہے ہو اور (اُس وقت) تم پر موت کی مصیبت واقع ہو تو کسی دوسرے مذہب کے دو (شخصوں کو) گواہ (کر لو) اگر تم کو ان گواہوں کی نسبت کچھ شک ہو تو اُن کو (عصر کی) نماز کے بعد کھڑا کرو اور دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہم شہادت کا کچھ عوض نہیں لیں گے گو ہمارا رشتہ دار ہی ہو۔ اور نہ ہم اللہ کی شہادت کو چھپائیں گے اگر ایسا کریں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے (جھوٹ بول کر) گناہ حاصل کیا ہے تو جن لوگوں کا اُنہوں نے حق مارنا چاہا تھا ان میں سے اُن کی جگہ اور دو گواہ کھڑے ہوں جو (میت سے) قرابت قریبہ رکھتے ہو۔ پھر وہ اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہماری شہادت اُن کی شہادت سے بہت سچی ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ ایسا کیا ہو تو ہم بے انصاف ہیں۔ اس طریق سے بہت قریب ہے کہ یہ لوگ صحیح صحیح شہادت دیں یا اس بات سے خوف کریں کہ (ہماری) قسمیں اُن کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی۔ اور اللہ سے ڈرو اور (اُس کے حکموں کو گوشِ ہوش سے) سنو۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اُس کی جائیداد تھوڑی ہو یا زیادہ اُس کے وارثوں میں تقسیم کی جائے گی۔ وارثوں کے حصے خود قرآن حکیم میں متعین کر دیئے گئے ہیں۔ البتہ فوت ہونے والا اپنے مال سے ایک تہائی حصہ کے متعلق وصیت کر سکتا ہے۔ یہاں اہل ایمان کو اسی ضمن میں ہدایات دی جا رہی ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اُس پر دو معتبر اشخاص کو گواہ بنا لینا چاہیے۔ یہ گواہ عدل کرنے والے ہوں، اور تم میں سے (یعنی مسلمان) ہوں۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تم حالت سفر میں ہو اور وہاں تمہیں موت کی مصیبت آ پہنچے، تو اُس صورت میں دو گواہ غیر مسلم بھی ہو سکتے ہیں۔ اب گواہوں سے وصیت کے بارے میں لوگ پوچھیں گے کہ کیا واقعی یہ وصیت اُس شخص کی طرف سے ہے؟ تو اب طریقہ یہ ہے کہ اگر تمہیں ان کے بارے میں شک ہو کہ کہیں وصیت کو بدل نہ دیں تو اُن دونوں کو نماز کے بعد مسجد میں روکو۔ وہ دونوں کھڑے ہو جائیں اور اللہ کی قسم کھائیں اور کہیں کہ ہم اس کی کوئی قیمت وصول نہیں کریں گے اور نہ کوئی ناجائز فائدہ اٹھائیں گے، چاہے کوئی قرابت داری ہی کا معاملہ ہو۔ ہم کسی کے حق میں کوئی ناانصافی نہیں کریں گے، اور نہ ہی ہم اللہ کی گواہی (شہادۃ اللہ) کو چھپائیں گے (کیونکہ یہ گواہی اللہ کی طرف سے ایک امانت ہے)۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یقیناً گناہ گار ہوں گے۔

اس کے بعد بھی اگر شک ہو، کسی طرح سے اطلاع ملے کہ ان دونوں نے جھوٹ بولا ہے، حلفیہ بیان بھی غلط دیا ہے اور وصیت کو بدل دیا ہے۔ آخر انسان انسان ہے۔ اس سے ہر طرح کے گناہ کے ارتکاب کا امکان موجود ہے۔ پھر ہر معاشرے میں ہر طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ بہر حال ایسی صورت میں اب دو اور لوگ کھڑے ہوں ان کی جگہ اُن لوگوں میں سے جن کے حق کو تلف کیا گیا ہے۔ پس وہ اللہ کی قسم کھائیں اور کہیں کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ برحق، صحیح اور درست ہے۔ اور ہم نے ہرگز کوئی زیادتی نہیں کی۔ اور اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہم ظالم ہوں گے۔ یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ لوگ صحیح گواہی دیں۔ کیونکہ اس سے پہلے گواہوں کو پتہ ہوگا کہ اگر ہم نے خیانت کرتے ہوئے جھوٹی گواہی دے بھی دی تو اُس کے بعد دوسرے دو گواہوں کی گواہی ہماری گواہی کو ختم کر دے گی۔ اس طرح جھوٹی گواہی کے باوجود ہم کوئی مفاد حاصل نہ کر سکیں گے۔ اور یوں وہ جھوٹی گواہی کی ہمت ہی نہ کر پائیں گے۔ یہ اسی طرح کا معاملہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنی بیوی پر شک ہوا کہ اُس نے بدکاری کی ہے، تو اس ایک شخص کی گواہی چار گواہوں کے برابر ہو جائے گی، مگر اس کا بھی جواب ہے کہ اگر بیوی جان لے کر اُس کا شوہر اُس پر بہتان لگا رہا ہے اور جھوٹ بول رہا ہے اور یہ بات وہ چار مرتبہ قسم کھا کر کہے تو شوہر کی گواہی ساقط ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں طرف سے معاملے کو Balance کیا ہے تاکہ دونوں امکان موجود رہیں اور ایک فریق کو دوسرے فریق پر زیادتی کا موقع نہ مل سکے۔ پھر فرمایا کہ اللہ سے ڈرتے رہو، اور سن رکھو اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

فرمان نبویؐ

افضل جہاد

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: ((**اَفْضَلُ الْجِهَادِ اَنْ تُجَاهِدَ نَفْسَكَ وَهَوَاكَ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ**)) (حلية الاولياء)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''افضل جہاد یہ ہے کہ تو اپنے نفس اور خواہشات سے کشمکش کرے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار بنا لے۔''

تشریح: اس حدیث کے مطابق اپنے نفس کی اصلاح سب سے بڑا جہاد ہے اور یہی انسان کو قتال فی سبیل اللہ کے لئے تیار کرتا ہے۔

ادار یہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

28 مئی یوم تکبیر؟

1974ء میں جب بھارت نے پہلی مرتبہ ایٹمی دھماکہ کیا تو پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم تھے۔ فوری طور پر ایک اعلیٰ سطحی اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ پاکستان کو بھی ایٹمی قوت بننا ہوگا۔ اس معاملے میں اختلاف ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے وزیراعظم سے رابطہ کرکے ایٹم بم بنانے کی پیشکش کی یا وزیراعظم نے انہیں ہالینڈ سے طلب کرکے ایٹمی قوت بننے کا عزم ظاہر کیا۔ بہرحال اِس ملاقات کے بعد وزیراعظم بھٹو نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ ہم ایٹم بم بنائیں گے چاہے ہمیں گھاس کھا کر گزارہ کرنا پڑے۔ ذوالفقار علی بھٹو پر ایٹم بم بنانے سے باز رہنے پر جس قدر دباؤ پڑا اور جس طرح انہوں نے اِس دباؤ کا مقابلہ کیا اُس کا کسی قدر علم اُن کے قریبی ساتھیوں کا تھا اور کچھ اُن کے سینے میں محفوظ رہا اور اُن کے ساتھ قبر میں دفن ہوگیا۔ یہ بات اب ایک کھلا راز ہے کہ اُس وقت کے امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے لاہور کے گورنر ہاؤس میں تمام سفارتی اداب کا تیاپانچہ کرتے ہوئے ذوالفقار علی بھٹو کو دھمکی دی کہ اگر تم ایٹم بم بنانے سے باز نہ آئے تو ہم تمہارا ایسا حشر کریں گے کہ تم عبرت کا نشان بن جاؤ گے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی وہ اس راہ پر گامزن رہا اور امریکہ کے یہودی وزیر خارجہ نے بھی اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنا دیا۔ لیکن تدبیر کنندہ بندہ تقدیر زند خندہ کے مصداق ہوا وہی جو اللہ کو منظور تھا۔ سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کردیا۔ پاکستان امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بن گیا۔ امریکہ کو یہ مجبوری لاحق ہوگئی کہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام سے صرف نظر کرے اور ضیاء الحق کے دور میں جب افغان جہاد جاری تھا پاکستان ایٹمی قوت بن گیا، اگرچہ اِس کا اظہار مصلحت کے خلاف سمجھا گیا۔

ہم اِن صفحات میں اپنے حکمرانوں پر شدید تنقید کرتے ہیں لیکن ہماری حقیقی Comitment چونکہ حق گوئی سے ہے، لہٰذا ہم اپنی اِس رائے کا اظہار کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے کہ ذوالفقار علی بھٹو سے لے کر نواز شریف تک پاکستان کے تمام حکمرانوں نے ایٹمی قوت کے حصول اور بعدازاں اُس کی حفاظت کے لیے شاندار کردار ادا کیا ہے (بے نظیر بھٹو اور معین قریشی کا معاملہ مختلف ہوسکتا ہے)۔ ذوالفقار علی بھٹو ایٹمی پروگرام کے بانی تھے۔ ضیاء الحق کے دور میں یہ مکمل ہوا، اور غلام اسحاق خان نے ایک جواں مردکی طرح اس کی حفاظت کی۔ نواز شریف نے اِسے منطقی انجام تک پہنچایا۔ 11 مئی 1998ء کو جب بھارت نے پانچ ایٹمی دھماکے کیے تو اس کے ساتھ ہی پاکستان کو دھمکیاں دینی شروع کردیں۔ 17 روز بعد 28 مئی کو جب پاکستان نے چھ ایٹمی دھماکے کیے تو بھارت جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ نواز شریف حکومت نے 28 مئی کو یوم تکبیر قرار دیا۔ یقیناً ملک کی جغرافیائی حدود کی حفاظت کے لیے قوت کا فراہم کرنا لازم ہے۔ قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت ہمیں حکم دیتا ہے۔ ترجمہ: ''اور تیار کرو جنگ کے واسطے جو کچھ جمع کرسکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے۔''

یادرہے کہ نظریاتی ممالک محض اسلحی قوت سے محفوظ نہیں ہوتے وگرنہ جس قدر ایٹمی اسلحہ سوویت یونین کے پاس تھا وہ تمام دنیا کو کئی مرتبہ تباہ کرسکتا تھا، لیکن وہ خود کانچ کے برتن کی طرح چکنا چور ہوگیا، اِس لیے کہ اشتراکی نظریہ سے انحراف کیا گیا تھا۔ پاکستان بھی ایک نظریاتی ملک ہے۔ یہاں محض سیکولر جمہوری نظام قائم کرنا ہوتا تو ہندوستان سے الگ ہونے اور جان و مال اور عزتیں قربان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ 1951ء میں قراردادِ مقاصد منظور کرکے ملک کو صحیح بنیاد فراہم کردی گئی۔ اُس موقع پر مولانا مودودیؒ نے کیا خوب فرمایا تھا ''آج ہم نے ریاستی سطح پر کلمہ پڑھ لیا ہے۔'' لیکن افسوس صد افسوس کہ اِس بنیاد کو ایک طرف پڑا رہنے دیا گیا اور انگریز کے فراہم کردہ 1935ء کے کافرانہ ایکٹ سے حکومتی نظام گھسیٹنا شروع کردیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ 1971ء میں ملک دولخت ہوگیا اور (باقی صفحہ 17 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — شمارہ 21
31 مئی تا 6 جون 2007ء
13 تا 19 جمادی الاوّل 1428ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا---------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

رُباعیات

بالِ جبریل

چھبیسویں رباعی

وہی اصلِ مکان و لا مکاں ہے
مکاں کیا شے ہے؟ اندازِ بیاں ہے
خضر کیوں کر بتائے کیا بتائے
اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

یہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے جو کسی ایک مقام تک محدود نہیں، بلکہ ہر مقام پر اُس کی موجودگی برحق ہے۔ ویسے بھی یہ محض اندازِ بیاں کی بات ہے کہ کسی مقام کا تعین کر سکے۔ اس کی مثال کچھ یوں ہے کہ اگر کوئی مچھلی جو پانی میں مستقل بود و باش رکھنے پر مجبور ہے، وہ ہی اِس امر کا کسی سے استفسار کرے کہ دریا کہاں ہے، تو اس پر محض حیرت اور تعجب کا اظہار ہی کیا جا سکتا ہے اور بس!

ستائیسویں رباعی

کبھی آوارہ و بے خانماں عشق
کبھی شاہِ شہاں نوشیرواں عشق
کبھی میداں میں آتا ہے زرہ پوش
کبھی عریان و بے تیغ و سناں عشق!

اِس رباعی کا موضوع بھی عشق ہے اور یہاں علامہ نے اس کی مختلف جہتیں بیان کی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جذبۂ عشق ابھی تک آوارگی کے علاوہ بے خانماں ہونے کے مراحل سے گزرتا ہے۔ کبھی نوشیروانِ عادل کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایک مرحلہ تو ایسا بھی آتا ہے کہ میدانِ جنگ میں زرہ پہن کر برآمد ہوتا ہے، لیکن جب یہ جذبہ اپنی انتہا پر پہنچتا ہے تو نہ زرہ پوشی کی ضرورت رہتی ہے نہ مدِ مقابل کے سامنے اسلحے کی، کہ عشقِ حقیقی کو کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اٹھائیسویں رباعی

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور و انجمن عشق!
کبھی سرمایۂ محراب و منبر
کبھی مولا علیؓ خیبر شکن عشق!

اِس رباعی میں اقبال نے عشق کے جذبے کی لامحدودیت کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ اُن کے نزدیک ابھی تک عشق کی آماج گاہ پہاڑوں اور صحراؤں کی وسعت، بلندی اور تنہائی ہے۔ کبھی کسی محفل کا سوز اور سرخوشی عشق کے مظہر ہیں۔ کبھی یہ عشق جب حقیقت الٰہی سے روشناس ہوتا ہے تو پھر محراب و منبر یعنی مسجد کی محراب اور اُس کے منبر کا سرمایہ بن جاتا ہے اور جب عشقِ حقیقی کا جذبہ انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار میں ڈھل جاتا ہے اور قلعہ خیبر کے ناقابلِ تسخیر دروازے کو اکھاڑ کر اسلامی لشکر کی کفار پر فتح کا سبب بن جاتا ہے۔

اُنتیسویں رباعی

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر!
شریک و زمرہ لَا یَحْزَنُوْن کر
خرد کی گتھیاں سُلجھا چکا مَیں
مرے مَولا مجھے صاحب جنوں کر!

اس رباعی میں اقبال اللہ تعالیٰ سے استدعا کرتے ہیں کہ اب میں تو ان صلاحیتوں سے محروم ہو چکا ہوں جو میرے اسلاف میں موجود تھیں۔ اے اللہ! مجھ کو بھی عشقِ حقیقی کا وہ جذبہ عطا کر دے جو میرے بزرگوں کا سرمایۂ افتخار تھا اور جس کی بدولت وہ اپنے حریفوں پر سبقت حاصل کرتے تھے۔ مولا! مجھے بھی ہر نوعیت کے غم و اندوہ سے نجات دلا دے، اس لیے کہ عقل و دانش کے جو معمے تھے، اُن کو میں حل کر چکا ہوں۔ اب تو بس مجھے وہ جنون عطا کر دے جو عشقِ حقیقی کا سرمایہ ہے۔

تیسویں رباعی

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے
کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے
چمک سورج میں کیا باقی رہے گی
اگر بیزار ہو اپنی کرن سے!

اقبال کہتے ہیں کہ یہ نکتہ میں نے ابوالحسن سے سیکھا ہے کہ انسان بے شک جسمانی سطح پر وفات پا جاتا ہے، لیکن اُس کی رُوح زندہ و برقرار رہتی ہے۔ بالفاظِ دیگر اگر کرنیں سورج سے رابطہ ختم کر لیں تو سورج میں وہ تابندگی کیسے برقرار رہے گی جو اس کی پہچان ہے۔ مُراد یہ ہے کہ رُوح کے بغیر انسان محض ایک تودۂ خاک ہے۔ اِس رباعی کا مطلب بیان کرتے ہوئے مولانا غلام رسول مہر کے الفاظ یہ ہیں کہ ابوالحسن سے مراد غالباً ابوالحسن خرقانی ہیں۔ جناب اسرار زیدی کے نزدیک یہاں ابوالحسن سے مُراد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ چونکہ وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے والدِ محترم بھی تھے، اس لیے اُن کی کنیت ابوالحسن رضی اللہ عنہ تھی۔

فرعونیت اور قارونیت کی حقیقت

سورۃ القصص کی آیت 83 کی روشنی میں ایمان افروز خطاب

[illegible] جامع القرآن [illegible] میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ [illegible] کے 25 مئی 2007ء کے خطاب جمعہ [illegible]

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد!]

حضرات! قرآن حکیم جا بجا حقیقت ہستی کا تذکرہ کرتا ہے۔ انسان کی توجہ اِس جانب دلاتا ہے کہ تمہاری حقیقی زندگی دنیا کی نہیں، آخرت کی زندگی ہے۔ دنیا تو دارالامتحان ہے اور دھوکے کا سامان۔ لہٰذا انسان کی نجات اِسی میں ہے کہ وہ اُخروی زندگی کو سنوارنے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں لگا دے۔ دنیا کی زندگی کے لئے بقدرِ ضرورت جدوجہد تو کرے، مگر اُس کا دوسروں سے مقابلہ دنیا بنانے میں نہ ہو، بلکہ آخرت میں بلند درجات کے حصول کے لئے ہو۔ اپنی جملہ صلاحیتوں کو جنت کمانے کے لئے وقف کر دے۔

﴿ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (آل عمران)

''اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

آج کی نشست میں ہم سورۃ القصص کی آیت 83 کی روشنی میں گفتگو کریں گے جس میں بتایا گیا ہے کہ کن لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت کا گھر تیار کر رکھا ہے، اور وہ کون سے بدترین خصائل ہیں جو جنت سے محرومی کا سبب بنتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (القصص)

''وہ (جو) آخرت کا گھر (ہے) ہم نے اسے ان لوگوں کے لئے (تیار) کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور انجام (نیک) تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کامیابی اہل تقویٰ کے لئے رکھی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، اللہ کے بتائے ہوئے طریق زندگی پر چلتے ہیں۔ آخرت کا گھر اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے طے کر دیا ہے جو دنیا میں نہ تو علو اور برتری کے خواہشمند ہوتے ہیں اور نہ ہی فساد اور بگاڑ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اِس کے برعکس جو لوگ سرکشی اور طغیانی کا راستہ اختیار کریں، وہ آخرت میں ناکامی سے دوچار ہوں گے۔ گویا آخرت کی کامیابی کے لئے اپنا طرزِ فکر و عمل درست رکھنا ضروری ہے۔

آیت زیر بحث میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں، جو جنت سے محرومی کا سبب ہیں۔ پہلی بات ہے ''علو''۔ علو کہتے ہیں، سربلندی، اقتدار اور غلبہ کی خواہش کو۔ انسان میں مختلف جذباتِ محرکہ پائے جاتے ہیں، اُن میں سے ایک جذبہ ''علو'' ہے۔ جدید نفسیات میں اُسے حُبِّ تفوق (Urge to dominate) کہا جاتا ہے، یعنی دوسروں سے بلندتر اور فائق ہونے کا جذبہ، اور یہ سوچ کہ دوسروں پر میرا حکم چلے، ہر جگہ میری بات مانی جائے، دوسرے میرے تابع ہوں۔ ضروری نہیں کہ یہ جذبہ ہمیشہ نمایاں ہو، بلکہ یہ مخفی بھی ہو سکتا ہے۔ بظاہر ایک آدمی بڑا اچھا، عملی مسلمان دکھائی دیتا ہو، لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دل میں ذاتی

> [illegible] سرمائے کا ہونا عیب نہیں، مگر [illegible] ذہنیت ہے جو قارونیت کی صورت میں صاحب ثروت لوگوں میں جنم لیتی ہے۔ قارونی ذہنیت کیا ہے؟ قارونیت یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرے کہ جو کچھ مجھے ملا ہے، اپنی محنت، اپنی صلاحیت اور ہنرمندی کی بنیاد پر ملا ہے، لہٰذا میں اپنا مال اللہ کی راہ میں کیوں خرچ کروں، اس میں سے کسی اور کو کیوں دوں

اقتدار، اپنی برتری اور حکمرانی کی خواہش رکھتا ہو، بہرحال جن لوگوں کے دلوں میں بھی اقتدار کی خواہش اور اپنی حکمرانی قائم کرنے کا جذبہ ہوا، وہ جنت کے قریب بھی نہ پھٹک سکیں گے۔

علو کی خواہش دین کے غلبہ کے لئے کام کرنے والوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ بعض اوقات ایک شخص بظاہر دین کے غلبے کے لئے جدوجہد کر رہا ہوتا ہے، لیکن اُس کی کوشش کے لئے اصل جذبہ محرکہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کی حکومت قائم ہو جائے، وہ صدر یا وزیراعظم بن جائے، اُس کی اتھارٹی قائم ہو سکے۔ اگر ایسا ہو تو یہ بہت ہی خطرناک ہے۔ غلبۂ دین کے لئے کوشاں لوگوں کو ہر پل اپنی نیتوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے، کہ اُن کی کوششوں کا اصل محرک کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے محتاط طرزِ عمل یہ ہے کہ اقتدار کے طالب نہ بنیں۔ خود آگے بڑھ کر عہدہ طلب مت کریں۔ خاص طور پر جب ایک معاشرہ مسلمان ہو، اور اُن کے اوپر حکمران بھی مسلمان ہو، خواہ نام کا مسلمان سہی۔ اُس سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ دین قائم کرو، اللہ کی شریعت کو نافذ کرو۔ اہل دین یہ مطالبہ لے کر اُٹھیں، اور پھر پیچھے نہ ہٹیں اور حکمران وقت پر واضح کر دیں کہ ہم اپنی حکومت نہیں چاہتے اللہ کی حکومت چاہتے ہیں۔ اللہ کی حکومت تم قائم کرو، ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ ہمیں اقتدار کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسری بات ہے فساد۔ جو لوگ دنیا میں فساد مچانا چاہتے ہیں اُن کے لئے بھی جنت سے محرومی ہے۔ فساد مچانے والے لوگ کون ہیں، اُن کا طرزِ فکر و عمل کیا ہوتا ہے، قرآن حکیم نے اِس کو بھی جا بجا واضح کیا ہے۔ اِس سلسلے میں اسی سورت میں دو فسادی کرداروں کا ذکر آیا ہے۔ اِن میں سے ایک فرعون تھا اور دوسرا قارون۔ بلاشبہ فرعون سب سے بڑا مفسد شخص تھا۔ اُس کے ہاتھوں جو فساد مچا، بنی اسرائیل پر بدترین مظالم اُسی کا مظہر تھے۔ اُس نے مصر کے لوگوں کو دو فرقوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک مقامی مصری باشندے یعنی قبطی تھے، اور دوسرے بنی اسرائیل جو فلسطین سے آئے تھے۔ فرعون بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ظلم کی چکی میں پیس رہا تھا۔ اُن کے ہاں پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ اور یہ اِس لئے تھا تاکہ اپنی خدائی، اور اقتدار کو تحفظ دے سکے۔ اُسے نجومیوں نے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیرے اقتدار کے لئے خطرہ ہوگا۔ بالفاظ دیگر یہ غلبہ، اقتدار اور خدائی کی خواہش تھی جو ہمہ گیر فساد، ظلم و بربریت اور تباہی کا باعث بنی۔ چنانچہ قرآن عزیز فرعون کے بارے میں کہتا ہے:

﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (القصص)

''بے شک فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا۔ اُن میں سے ایک

گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا، کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بے شک وہ مفسدوں میں تھا۔''

جب بھی کسی شخص میں فرعونی ذہنیت، اپنی حکمرانی کے قیام کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، تو اُس کی نگاہ میں عوام کے حقوق، اور ملک وملت کے مفاد کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ اُسے غرض اِس بات سے ہوتی ہے کہ میری حکمرانی اور حکومت قائم رہے۔ اور یہ فرعونیت کسی ملک کے سربراہ میں بھی ہوسکتی ہے، اور جب ایسا ہوتا ہے تو وہ اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے ملک وملت کے مفاد کو ذاتی مفاد کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے، اور نچلے درجے میں کسی کونسلر، ملک، ناظم یا کسی اور صاحب اختیار شخص میں بھی ہوسکتی ہے، اور اِس صورت میں اِس کے زیر اثر علاقے میں انتشار، بے چینی اور ناانصافیاں جنم لیتی ہیں۔ اور جب فرعونیت کسی سپر پاور کے حکمران میں پیدا ہو جائے اور وہ پوری دنیا پر اپنی حکمرانی اور نیو ورلڈ آرڈر قائم کرنا چاہے، تو اِس کے نتیجے میں تمام زمین فساد سے بھر جاتی ہے اور ہمہ گیر بگاڑ، اور تباہی و بربادی انسانیت کا مقدر بن جاتی ہے۔ آج بحر و بر میں جو فساد برپا ہے، اُس کی وجہ یہی فرعونیت ہے۔ ماضی میں بھی یہی برتری اور اقتدار کی بے لگام خواہش انسانی تباہی کا سبب بنتی رہی ہے۔

سکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انسان کی قبا چاک

دنیا میں فساد اور تباہی کا دوسرا ذریعہ سرمایہ داریت اور قارونیت ہے۔ سرمایے کا ہونا عیب نہیں، تباہ کن شے وہ ذہنیت ہے، جو قارونیت کی صورت میں صاحب ثروت لوگوں میں جنم لیتی ہے۔ قارونی ذہنیت یا قارونیت کیا ہے؟ قارونیت یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرے کہ جو کچھ مجھے ملا ہے، اپنی محنت، اپنی صلاحیت اور ہنر مندی کی بنیاد پر ملا ہے، لہٰذا میں اپنا مال اللہ کی راہ میں کیوں خرچ کروں، اِس میں سے کسی اور کو کیوں دوں۔ یہ جو فقیر اور محتاج پھر رہے ہیں، انہوں نے محنت نہیں کی، یہ مزدور جو آج مفلوک الحال ہے اگر تعلیم حاصل کرتا، تو خوب کما سکتا تھا۔ اُس نے تعلیم حاصل نہیں کی، تو یہ اُس کی اپنی غلطی ہے۔ اب اپنی غلطی کا خمیازہ خود ہی بھگتے۔ میں اِس پر اپنا مال کیوں خرچ کروں۔ پھر یہ کہ جب دولت میری ہے تو اُسے خرچ کرنے کا اختیار بھی مجھے ہے۔ میں جہاں چاہوں خرچ کروں، جیسے چاہوں خرچ کروں۔ شراب خانہ کھولوں، سینما چلاؤں، نیٹ کیفے لگا کر نوجوان نسل کے اخلاق کو برباد کروں، جو مرضی کروں، مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ ہے سرمایہ دارانہ ذہنیت اور قارونیت۔ چنانچہ اِس طرز فکر کے لئے نمائندہ شخصیت قارون کی ہے، جسے قرآن نے نمایاں کیا ہے۔ قارون کو اللہ تعالیٰ نے بے حد وحساب مال و دولت عطا کیا تھا۔ اُس کے خزانے کی کنجیاں اتنی بھاری تھیں کہ انہیں اُٹھانے کے لئے کئی طاقتور آدمیوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ لیکن بجائے اِس کے کہ وہ اللہ کی عطا پر شکر ادا کرتا، وہ سرکش ہوگیا۔ جب اُس سے کہا گیا کہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو اُس کا جواب تھا:

﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ﴾
(القصص:78)

''بولا کہ یہ مال مجھے میری دانش کے زور پر ملا ہے۔''

سرمایہ دارانہ اور قارونی انداز فکر جب بھی کسی سماج میں پیدا ہوتا ہے، معاشرے میں بہت بڑا فساد مچتا اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اِس سے Haves اور Have nots کی تقسیم ہوتی ہے۔ سرمایہ دار اور محروم، دو طبقات وجود میں آتے ہیں، اور سرمایہ داروں کے خلاف شدید نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ محرومین کے دل میں سرمایہ داروں کے لئے محبت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اسلام کہتا ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور یہ رشتہ اخوت تب ہی قائم رہ سکتا ہے جب سرمایہ دار کمزور بھائیوں کا خیال رکھیں۔ اگر سرمایہ دار قارونی ذہنیت رکھتا ہو تو خواہ کوئی بھوکا مرے وہ کمزور لوگوں پر پیسہ خرچ نہیں کرتا۔ ایسے میں مزدور اور معاشی طور پر کمزور شخص کو اُس سے محبت کیسے ہوسکتی ہے۔ چنانچہ محروم طبقات میں شدید نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ محرومین چاہتے ہیں کہ سرمایہ داروں کا پیٹ چاک کریں، اُن کے عشرت کدوں کو تاراج کریں اور اُن کی املاک اور سرمایے پر قبضہ کرلیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ سرمایہ داروں کو ہماری مفلوک الحالی کا احساس ہی نہیں ہے۔ ہم صبح سے شام تک سخت محنت کرتے ہیں، پھر بھی دو وقت کی روٹی میسر نہیں آتی، اور سرمایہ دار ائیر کنڈیشنڈ دفاتر میں بیٹھے، سارے ملک کی دولت اور وسائل پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں...... یہ احساسات ہر سرمایہ دارانہ معاشرے میں پیدا ہوتے ہیں اور انہیں پیدا ہونے اور اُبھرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ ظالمانہ استحصالی نظام کے ذریعے آپ اِن احساسات کو وقتی طور پر دبا دیں، مگر جب بھی محروم طبقات کو موقع ملے گا، اُن کے جذبات آگ کا الاؤ بن کر سرمایہ دارانہ معاشرے کو بھسم کر کے رکھ دیں گے۔

قارون تو ایک فرد تھا، جو ماضی کی شخصیت ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ نے اُس کے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ مگر قارونیت ایک طرز فکر ہے، جس کا تعلق کسی خاص زمانے سے نہیں، بلکہ یہ ہر دور میں موجود رہتی ہے۔ یہ کل بھی موجود تھی اور آج بھی موجود ہے۔ پھر یہ کہ ضروری نہیں کہ قارونی انداز فکر بڑے سرمایہ داروں میں ہو، یہ چھوٹے سرمایہ دار میں بھی ہوسکتا ہے۔ بہرحال جس شخص میں بھی اِس قسم کی سوچ ہوگی، تو وہ قارون ہوگا، خواہ وہ بڑا سرمایہ دار ہو، یا کم سرمایے والا شخص۔

قارونیت کے مقابلے میں مومنانہ طرز عمل کیا ہے۔ یہ کہ جو کچھ بھی ہمیں ملا ہے، یہ اللہ کی عطا ہے۔ مال کا کم یا زیادہ دینا اُسی کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے، رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ اور چونکہ مال دولت اللہ کی عطا ہے، لہٰذا اِسے خرچ بھی اُسی کی مرضی کے مطابق ہونا چاہیے۔

مال کو کہاں خرچ کرنا چاہیے، اِس کی تین مدات ہیں، اور یہ وہی مدات ہیں جن میں مال خرچ کرنے کی نصیحت قارون کو کی گئی تھی۔

پہلی مد: اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر اور آخرت

پریس ریلیز

25 مئی 2007ء

''غلبۂ دین کے لیے کوشاں لوگ حصول اقتدار کی بجائے نفاذ اسلام کا مطالبہ کریں''

حافظ عاکف سعید

زمین میں برتری چاہنے اور فساد پھیلانے والے آخرت میں کامیاب نہیں ہوں گے، اسلام کے غلبے کے لیے کوشاں لوگ اپنے اقتدار و اختیار نہیں اللہ کے دین کے غلبے کا مطالبہ کریں۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطبہ جمعہ کے دوران کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم نے اپنے اقتدار اور برتری کے لیے جدوجہد کی تو آخرت میں کامیابی سے محرومی ہوگی۔ دینی جماعتوں کو بھی اپنے فلاحی پروگراموں میں اللہ کی رضا پیش نظر رکھنی چاہیے، اگر ووٹ بینک بنانے کی غرض سے صدقہ خیرات اور بھلائی کے کام کیے گئے تو یہ ریاکاری کہلائے گی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی اُخروی ہی نہیں دنیاوی کامیابی کا ذریعہ بھی ایمان و یقین کی مضبوطی اور اللہ سے وفاداری ہے نہ کہ ٹیکنالوجی۔ مسلمانوں کو دنیا میں عروج اسی وقت حاصل ہوا جب انہوں نے اللہ سے اپنا رشتہ مضبوط کیا۔ اُسی دور میں انہیں سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی ملی۔ پوری دنیا میں انہوں نے علم کی روشنی پھیلائی اور زمانے کے استاد کہلائے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبۂ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

بنانے کے لئے مال خرچ کرتا ہے۔

﴿ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ...... ﴾ (القصص:77)

''اور جو (مال) تجھے اللہ نے عطا فرمایا ہے اُس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کیجئے۔''

یعنی مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اللہ کے دین کے غلبے کے لئے روپیہ پیسہ لگاؤ، تاکہ تمہیں آخرت کی کامیابی مل سکے۔ مال کو سینچ سینچ کر رکھنا، اور زیادہ جمع کرنے کی فکر کرنا، یہاں اگر دس فیکٹریاں ہیں، تو بیس اور لگانے کی تمنا رکھنا، ایسا جذبہ ہے جس کی کبھی تسکین نہیں ہوسکتی۔ یہ حرص و ہوس بڑھتی ہی رہتی ہے، یہاں تک کہ آدمی قبر میں جا پہنچتا ہے۔

﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝﴾ (التکاثر)

''غافل کیا تمہیں بہتات کی حرص نے، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔''

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مال کو گن گن کر رکھنے اور جمع کرنے کی بجائے اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ آخرت میں اس کا 700 گنا اجر ملے گا، بلکہ اللہ اس میں مزید اضافہ فرمائے گا۔ جیسے فرمایا:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ)

''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اُگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں۔ اور اللہ جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ وہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

دوسری مد: اپنی ذات اور اہل و عیال پر مال خرچ کرنا ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا......﴾ (القصص:77)

''اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے''

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنی ذات پر، اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔ اچھا کھائے پیئے، اچھی رہائش اختیار کرے، اچھا لباس پہنے، اس سے شریعت نے منع نہیں کیا۔ اسراف و تبذیر سے بچتے ہوئے، اللہ کی نعمتوں سے استفادہ کیا جانا چاہیے۔ یہ نعمتیں اصلاً اہل ایمان ہی کے لئے ہیں۔ اگر ملحد و مشرک اور کافر ان سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں تو اس لئے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ آخرت میں ہر قسم کی نعمتیں صرف اہل ایمان کے لئے ہوں گی۔ اُن سے کوئی کافر مستفید نہ ہوسکے گا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الاعراف)

''پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں، ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔''

تیسری مد: خرچ کی تیسری مد لوگوں کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ﴾ (القصص:77)

''اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے تم بھی لوگوں سے بھلائی کرو۔''

اللہ کا احسان تم پر ہوا ہے، تمہیں بھی چاہیے کہ لوگوں پر احسان کرو، کوئی حاجت مند ہے، تو اُس کی حاجت پوری کرو، کوئی مفلوک الحال ہے، تو اُس کی خبر گیری کرو۔ کیونکہ بہترین انسان وہی ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے، دوسروں کے کام آئے، اُن کی ضروریات کی فراہمی کا بندوبست کرے اور جو شخص لوگوں کی ضروریات پوری کرتا ہے اللہ اُس کی ضرورتوں کو اپنے خزانہ غیب سے پوری فرماتا ہے۔

یہ ہیں مال کے تین جائز اور حقیقی مصارف۔ اگر کوئی شخص اپنا مال ان تین مدات میں خرچ کرتا ہے تو وہ خواہ اربوں روپے کا مالک ہو، اُس کا مال اُس کے لئے مضر نہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی سرمایہ دار اپنے مال پر سانپ بن کر بیٹھ جائے۔ اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرے، نہ اور ہی غریبوں کی بھلائی کے لئے خرچ کرے تو یہ قارونیت ہے۔ جو دنیا میں معاشرتی فساد اور آخرت میں جنت سے محرومی کا باعث ہے۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کا

رجوع الی القرآن کورس (پارٹ II)

اعلان برائے داخلہ

کورس کا نصاب

۱) مکمل ترجمۃ القرآن
۲) حدیث
۳) فقہ
۴) اصولِ تفسیر
۵) اصولِ حدیث
۶) اصولِ فقہ
۷) عقیدہ
۸) عربی زبان و ادب
۹) عالم اسلام اور احیائی تحریکیں: ایک تاریخی اور تجزیاتی مطالعہ
۱۰) اضافی محاضرات

تدریس کا آغاز و دورانیہ:

اس کورس میں داخلے امسال 14 جون 2007ء تک جاری رہیں گے۔ 15 جون کو صبح 10 بجے داخلہ ٹیسٹ ہوگا۔ تدریس کا باقاعدہ آغاز ان شاء اللہ 18 جون 2007ء سے ہوگا اور اگلے سال مئی کے اواخر تک جاری رہے گا۔ کورس کا کل دورانیہ ایک سال ہے۔ طلبہ کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کورس کو دو مساوی حصوں (سمسٹرز) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر سمسٹر چھ ماہ کے دورانیے پر مشتمل ہے۔ ہفتے میں 5 دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

اہلیت: کورس میں داخلے کے لیے درج ذیل تعلیمی اہلیت (کم از کم) لازمی ہے:

۱) بی اے/بی ایس سی یا مساوی ڈگری
۲) رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I)

رابطہ و پراسپکٹس: شعبہ تدریس، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
ای میل: irts@tanzeem.org

قومی ایٹمی اثاثہ اور عالمی استعمار کا محاصرہ

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

مولانا ظفر علی خان نے اپنے ایک شعر میں مسلمانانِ ہند کے اعتبار سے اپنے وقت کی دو بلاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

بھارت میں بلائیں دو ہی تو ہیں اک ساورکر، اک گاندھی ہے
اک جھوٹ کا چلتا جھکڑ ہے اک مکر کی اُٹھتی آندھی ہے

مگر آج وطن عزیز پاکستان کو چار عالمی استعماری بلاؤں سے واسطہ درپیش ہے اور یہ چار بلائیں پروٹسٹنٹ عیسائیت کا امام ''امریکہ'' کیتھولک عیسائیت کا گڑھ ''یورپ'' یہود کی عالمی فتنہ سازیوں کا نتیجہ اور مرکز ''اسرائیل'' اور عالم ہنود کی سازشوں کا استھان ''بھارت'' ہیں۔ ان چار بلاؤں کا ہدف اور نشانہ عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان ہے۔ اور ان چاروں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ پاکستان کا شمار بالعموم غیر مستحکم یا بالقوہ مائل بہ انتشار خطوں میں ہوتا ہے اور کئی مرتبہ اس امر کا اظہار کیا گیا کہ پاکستان تاحال اپنے جداگانہ تشخص کا جواز ثابت نہیں کر سکا، لہٰذا آج نہیں تو کل اس کے حصے بخرے (Balkanization) ہو جائیں گے۔ اعاذنا اللہ من ذلک اور کبھی یہ درفطنی چھوڑی جاتی ہے کہ پاکستان ''مذہبی دہشت گردی'' کا مرکز ہے اور اس کی ایٹمی قوت اگر مذہبی انتہاپسندوں کے ہاتھ لگ گئی تو دنیا کا امن خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ بنظر غائر تجزیہ کیا جائے تو درحقیقت عالمی امن ان مذکورہ بالا چار عالمی بلاؤں کی وجہ سے شدید خطرات سے دوچار ہے۔ ان چار عالمی استعماری قوتوں نے کبھی پاکستان کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا اور پاکستان کی ایٹمی قوت اور اثاثہ تو ہمیشہ ان کی آنکھ میں کھٹکتا ہے۔

اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان 28 مئی 1996ء کو باقاعدہ طور پر دنیا میں ایٹمی طاقت تسلیم کیا گیا تھا۔ ہماری یہ طاقت ایک جانب سورۃ انفال کی آیت نمبر 60 میں وارد شدہ حکم کے عین مطابق ہے کہ ''اور تیار کرو اُن کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت (یعنی اسلحہ) کی صورت میں اور اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کو پال کر، تاکہ ان کے ذریعے رعب پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر۔'' اور دوسری جانب یہ طاقت بھارت کے جارحانہ عزائم اور پاکستان مخالف جذبات کا ردعمل تھی۔ پاکستان کی ایٹمی قوت کے بانی اور مؤسس کا مقام تو پیپلز پارٹی کے بانی اور سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو حاصل ہے جنہوں نے 1974ء میں پہلی مرتبہ بھارت کی جانب سے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں پاکستان کو بھی ایٹمی قوت بنانے کا عزم کیا تھا اور اسی عزم کی پاداش میں انہیں اس وقت کے امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے نشانِ عبرت بنانے کی دھمکی دی تھی اور بعدازاں انہوں نے اپنی دھمکی کو سچ ثابت کر دیا تھا۔

1979 میں روس اور افغانستان پر حملے کے بعد صورتِ حال یکسر بدل گئی اور پاکستان کو اس میں اس جنگ میں Front State کی حیثیت سے امریکہ کے نزدیک Most Favourite Nation کا مقام حاصل ہو گیا۔ اس کے تین نتیجے نکلے۔ اولاً امریکہ نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام سے وقتی طور پر غض بصر کر لیا۔ ثانیاً ہم اس عرصے کے دوران بھارت کے برابر کی چوٹ بن گئے اور ثالثاً اس دور میں ڈالروں کی جو بارش ہوئی اس نے معاشی طور پر ہمیں موت کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ ہمارے کئی بڑے بڑے جرنیل Billionaire بن گئے۔

دنیا بھر میں ایٹمی پھیلاؤ کے حوالے سے ہمارے خلاف بھرپور مقدمہ تیار ہے اور ہم پر یہ الزام وقتاً فوقتاً دہرایا جا رہا ہے کہ ایٹمی پھیلاؤ کا مرکز پاکستان ہے اور ہمارے نادان حکمرانوں نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے ٹیلی ویژن پر اقرار کروا کر دنیا میں ایٹمی پھیلاؤ کے ضمن میں پاکستان کے کردار کو تسلیم بھی کر لیا ہے

سوویت یونین کی تحلیل کے بعد امریکہ نے روایتی طوطا چشمی کا مظاہرہ کیا اور ضیاء الحق مرحوم پر دباؤ بڑھا دیا کہ ایٹمی پروگرام کو رول بیک کیا جائے اور بعدازاں یہ دباؤ بے نظیر بھٹو حکومت اور نواز شریف دور میں بھی بدستور جاری رہا۔ بہرحال بفضلہ تعالیٰ ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی زیر قیادت اندرونِ خانہ ایٹم بم کی تیاری کا مرحلہ جاری رہا اور نواز شریف نے اپنے دور میں بے پناہ امریکی دباؤ اور دھمکیوں کے باوجود ایٹمی دھماکے کر دیے۔ امریکہ اور اس کے حلیف ملکوں نے اپنی روایتی اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ''اسلامی بم'' قرار دے دیا۔ حالانکہ اس سے قبل عیسائی ممالک کے بموں کو ''مسیحی بم'' یا ہندوستان کے بموں کو ''ہندو بم'' یا اسرائیل کے ایٹم بموں کو ''یہودی بم'' قرار نہیں دیا گیا۔ راقم کے نزدیک پاکستان کا قیام ''معجزانہ'' تھا اور اسی طرح ایٹمی قوت کا حصول بھی صد فیصد ''معجزانہ'' ہے۔ یہ ایٹمی قوت عطیہ خداوندی ہے۔

11 ستمبر کے واقعے کے بعد ہمارے حکمرانوں نے امریکہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرتے وقت یہ خیال کیا تھا کہ ہم ہر خطرے سے محفوظ ہو جائیں گے۔ مسئلہ کشمیر حل ہو جائے گا اور ہمارا ایٹمی اثاثہ بھی محفوظ رہے گا۔ مگر ہماری آنکھیں کھول دینے کے لیے امریکن سنٹرل کمان کے سابق سربراہ جنرل جان ابی زید کا بیان کافی ہے۔ چند روز قبل امریکی جنرل نے آسٹریلین ڈیفنس کالج اور رائل یونائیٹڈ سروس انسٹی ٹیوٹ میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

''مستقبل میں پاکستان اور سعودی عرب امریکہ کے لیے افغانستان اور عراق سے بڑا مسئلہ بن سکتے ہیں، کیونکہ پاکستان کے پاس ایٹمی ہتھیار اور سعودی عرب کے پاس دنیا میں تیل کے ایک چوتھائی ذخائر موجود ہیں اور خدشہ ہے کہ سیکورٹی صورتِ حال بگڑنے پر دونوں ملکوں کی صورتِ حال کا اثر امریکہ اور مغربی دنیا پر پڑ سکتا ہے۔''

اس بیان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عالمی استعماری قوتوں کے ہمارے ملک اور ہمارے ایٹمی اثاثہ کے بارے میں کیا پروگرام ہیں۔ میری رائے میں پاکستان کا وجود اور اس کی ایٹمی قوت عالمی استعماری قوتوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ افغانستان اور عراق کا بھرکس نکالنے کے بعد پاکستان اور سعودی عرب بھی ان کا ہدف تھے اور پاکستان دنیائے اسلام کی واحد ایٹمی قوت ہے اور سعودی عرب کے نظام تعلیم میں دینی علوم جزو لاینفک کے طور پر شامل ہیں۔ لہٰذا ان کا خیال ہے کہ یہ ان دونوں ممالک کے عوام ہمارے لیے دردِ سر بن سکتے ہیں۔ وہ تو اللہ بھلا کرے افغانی اور عراقی قوم کا جنھوں نے اپنی بے مثال مزاحمت کے ذریعے افغانستان اور عراق کو امریکی اور اس کی حلیف افواج کے لیے دلدل بنا دیا ہے۔ لہٰذا پوری قوم کو افغانیوں اور عراقیوں کا ممنون اور مشکور ہونا چاہیے اور ان کے لیے مزید ہمت و استقامت کی دعا کرنی چاہیے۔

موجودہ حالات میں ہمارے ایٹمی پروگرام کی جو بھی صورت بن چکی ہے وہ نہایت مخدوش ہے۔ دنیا بھر میں ایٹمی پھیلاؤ کے حوالے سے ہمارے خلاف بھرپور مقدمہ تیار ہے اور ہم پر یہ الزام وقتاً فوقتاً دہرایا جارہا ہے کہ ایٹمی پھیلاؤ کا مرکز پاکستان ہے اور ہمارے نادان حکمرانوں نے ملک کے سب سے بڑے ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے ٹیلی ویژن پر اقرار کروا کر دنیا میں ایٹمی پھیلاؤ کے ضمن میں پاکستان کے کردار کو تسلیم بھی کرلیا ہے۔ اس کے علاوہ ایران اور لیبیا نے بھی اس حوالے سے ہمارے خلاف کھلم کھلا چغلی کھائی ہے۔ لہٰذا عالمی استعماری قوتوں اور بلاؤں کی خواہش ہے کہ پاکستان اپنے ایٹمی پروگرام کو ہمارے حوالے کرے یا ہمارا کنٹرول قبول کرے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا کردار قابلِ تحسین ہے جنہوں نے عیسائی عقیدے ''کفارہ'' کے مصداق سارا ''گناہ'' اپنے سر لے کر کئی جرنیلوں سیاستدانوں اور حکمرانوں کو بچالیا ہے اور خود ''سولی'' چڑھ کر ''کفارہ'' ادا کردیا ہے۔ وگرنہ انہوں نے اگر کچھ کیا بھی ہے تو اکیلے تو نہیں کیا ہوگا۔

اس صورتِ حال کا ایک ہی حل ہے اور وہ صرف اور صرف ایک ''ڈیل'' ہے۔ مگر یہ ڈیل بے نظیر یا نواز شریف سے نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے کرنے کی ضرورت ہے اور اسی ڈیل کا تذکرہ سورۃ الصف کی آیت نمبر 10 اور 11 میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

> ''اے ایمان والو! کیا میں بتلاؤں تم کو ایسی تجارت جو بچائے تم کو ایک دردناک عذاب سے۔ (وہ یہ کہ) ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے۔ اور یہ (ڈیل) بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھتے ہو۔''

چونکہ اللہ ہی آسمان کا بھی خدا ہے اور زمین کا بھی، تو اس کی مدد کو پکارو، وہ ضرور مدد فرمائے گا اور ہم پر کوئی غالب نہیں آسکے گا۔ اگر اللہ پاکستان کا قیام معجزانہ طریقے سے کرواسکتا ہے اور اسی طرح معجزانہ طور پر ایٹمی اثاثہ پاکستان کی جھولی میں ڈال سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اب بھی معجزے دکھا کر ہمیں دنیا کی استعماری قوتوں کے خطرناک عزائم سے بچا سکتا ہے بشرطیکہ ہم ثابت قدم رہیں اور یاد کریں کہ ہماری منزل کیا ہے؟ ہمارا مقصد کیا ہے؟ اور وہ یہ ہے کہ ہم پاکستان کو اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا گہوارہ بنانے کے لیے عزمِ مصمم کرلیں اور یہ عزم عوامی سطح اور حکومتی سطح پر ہونا ضروری ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو عالمی استعماری قوتوں کا محاصرہ اور بھی تنگ ہو جائے گا اور خاکم بدہن ہمیں دونوں ''خدائی نعمتوں'' مملکت خداداد پاکستان اور اس کی ایٹمی صلاحیت سے محروم ہونا پڑسکتا ہے۔ اب فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔

☆ کیا نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے اپنی بیوی سے تعلق رکھا جاسکتا ہے؟

☆ شاعری کی شرعی حیثیت واضح کیجئے؟

☆ اگر بچپن میں اولاد کا عقیقہ نہ کیا جائے تو......؟

س: کیا بخاری اور مسلم کے علاوہ بھی کوئی حدیث کی کتاب ایسی ہے جس میں صحیح احادیث موجود ہیں۔ یہ بھی بتائیں سب سے زیادہ صحیح احادیث کس کتاب کی ہیں؟

ج: جی ہاں، بخاری اور مسلم کے علاوہ بہت سی ایسی کتابیں ہیں کہ جن میں صحیح احادیث موجود ہیں مثلاً سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور مسند احمد اور مؤطا امام مالک وغیرہ ہیں۔ سب سے زیادہ صحیح احادیث وہ ہیں جنہیں امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ایسی احادیث متفق علیہ احادیث کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد زیادہ صحیح احادیث وہ ہیں جو امام بخاری نے بیان کی ہیں اور اس کے بعد وہ ہیں جو امام مسلم نے بیان کیں اور اس کے بعد باقی دوسری کتب احادیث میں بیان شدہ صحیح احادیث کا درجہ ہے۔

س: شاعری کی شرعی حیثیت واضح کیجئے۔

ج: ہمارا دین شاعری سے نہیں روکتا، لیکن بیہودہ الفاظ، عشقیہ اور رومانوی شاعری کو ناپسند کرتا ہے۔ اگر الفاظ اچھے ہوں اور بامقصد شاعری ہو تو وہ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ علامہ اقبال کی شاعری ہے۔

س: اگر بچپن میں اپنی اولاد کا عقیقہ کسی مجبوری کی وجہ سے نہ کیا ہو تو کیا اولاد کے جوان ہوجانے کے بعد کیا جاسکتا ہے؟

ج: نبی اکرم ﷺ نے عقیقے کی بہت تاکید کی ہے۔ آپؐ کی احادیث کے مطابق بچی کے لیے ایک جانور (بکری یا بکرا، دنبی یا دنبہ) جبکہ بچے کے لیے دو جانور ہیں لیکن اگر استطاعت کم ہو تو بچے کے لیے بھی ایک جانور کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی مجبوری کے پیش نظر والدین بچپن میں عقیقہ نہ کرسکیں تو بعد میں بھی کرسکتے ہیں۔

س: کیا ٹی وی دیکھنا گناہ ہے؟

ج: ٹی وی دیکھنا گناہ نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص ٹی وی کے ذریعے میوزک سنے، یا ایسے ڈرامے اور فلمیں دیکھے کہ جن میں بے حیائی اور فحاشی کے مظاہر ہوں تو یہ حرام ہے اور سخت گناہ ہے۔

س: کیا نکاح کے بعد اور رخصتی سے قبل اپنی بیوی سے تعلق رکھا جاسکتا ہے؟

ج: یہ اگرچہ شرعی گناہ نہیں ہے لیکن اس معاملے میں معاشرتی آداب و رسوم کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں باقاعدہ رخصتی سے پہلے منکوحہ سے تعلق رکھنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔

س: "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ" اس حدیث کی بارے میں بتائیں کہ یہ صحیح ہے یا موضوع ہے۔

ج: امام صغانیؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے کہا ہے کہ یہ آپ کا کلام نہیں ہے، نہ ہی یہ کسی حدیث کی کتاب میں موجود ہے اور نہ ہی اُس کی کوئی سند ہے۔ ابن قیمؒ نے کہا ہے یہ حدیث نہیں ہے بلکہ اسرائیلی روایت ہے۔ امام سیوطیؒ نے کہا ہے کہ یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ امام زرقانیؒ نے کہا ہے، کہ یہ حدیث نہیں ہے۔ علامہ البانیؒ نے کہا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ خلاصۂ کلام یہی ہے کہ تمام ائمہ محدثین کے نزدیک یہ روایت بے اصل، من گھڑت اور موضوع ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کا کلام نہیں ہے۔

س: کیا زلزلے کے وقت اپنی جان بچانا ضروری ہے؟ وضاحت فرمائیں؟

ج: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ زلزلہ کی صورت میں ایسی جگہ سے جان بچانے کے لئے بھاگ جانا چاہیے۔ جبکہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ انسان کو اسی جگہ رہنا چاہیے جہاں پر وہ ہے، کیونکہ زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دونوں ہی آراء اپنی اپنی جگہ درست ہیں کیونکہ ضروری نہیں کہ آپ بھاگ کر لازماً جان بچالیں البتہ فطری طور پر جان بچانے کا حکم نہ کہ ہلاک کرنے کا۔

- خلافت کا قیام مسلمانوں کے ایمان کا تقاضا اور دینی فریضہ ہے
- امت مسلمہ کی پستی کا علاج نظام خلافت کے قیام میں ہے
- نظام خلافت کے قیام میں شک کرنا نبی کریمؐ کی نبوت پر شک کے مترادف ہے
- اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو ایک مشن عطا کیا اور امت مسلمہ کا مشن نظام خلافت کا قیام ہے
- خلافت مقصد انسانیت اور مؤمن کے سر کا تاج ہے، خلافت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی عملی تعبیر ہے

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام احیائے خلافت سیمینار سے ڈاکٹر اسرار احمد، چودھری رحمت علی، مولانا مقصود احمد سلفی، عبدالرؤف فاروقی، خورشید گنگوہی اور مقبول حسین شاہ کا خطاب

رپورٹ: وسیم احمد

مجلس مشاورت اسلامی اُن دینی جماعتوں کا مشاورتی فورم ہے جو پاکستان کے تمام مسائل کا حل نظام خلافت کے قیام میں سمجھتی ہیں، اور خلافت کے قیام کے لئے انتخابات کے راستے کو غیر مفید خیال کرتی ہیں۔ یہ مشاورتی فورم ہر ماہ پاکستان کے کسی بڑے شہر میں اپنا اجلاس منعقد کرتا ہے۔ احیائے خلافت کے حوالہ سے گزشتہ سیمینار اسلام آباد میں منعقد ہوا تھا۔ 27 مئی بروز اتوار احیائے خلافت کے سلسلہ کا سیمینار قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ہوا۔ جس کی میزبانی کی سعادت تنظیم اسلامی کو حاصل ہوئی۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے بطور میزبان ابتدائی کلمات ادا کرتے ہوئے حاضرین ومقررین کی آمد پر اُن کا شکریہ ادا کیا اور مجلس مشاورت اسلامی کا مختصر تعارف کروایا۔ سیکریٹری مجلس مشاورت اسلامی قاضی ظفر الحق نے مقررین کا تعارف کروایا اور مولانا عبدالمالک اور جنرل (ر) ظہیر الاسلام عباسی کی طرف سے جو بوجوہ اس تقریب میں تشریف نہ لا سکے تھے، معذرت پیش کی۔

چودھری رحمت علی (عظمت اسلام موومنٹ)

تقریب کے پہلے مقرر چودھری رحمت علی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن وسنت کے احکامات کا عملی نفاذ خلافت ہے۔ نظام خلافت عبادت ہے۔ خلافت کے علاوہ ہر نظامِ حکومت ظلم، فسق اور بغاوت ہے۔ اگر نظام خلافت قائم نہ ہو تو دین دین کہلانے کے قابل ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو ایک مشن عطا کیا اور امت مسلمہ کا مشن نظام خلافت کا قیام ہے۔ انہوں نے اقبال کے اِس شعر پر اپنی گفتگو ختم کی۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا　　لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

عبدالرؤف فاروقی (جمعیت علمائے اسلام پنجاب)

جناب عبدالرؤف فاروقی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کا نظامِ حکومت خلافت ہے۔ وہ حکمران جو خلافت کی بجائے جمہوریت اور آمریت یا کسی اور نظام کو چلا رہے ہیں وہ ابلیس کے نمائندے ہیں۔ اِن کے مقابلے میں حزب اللہ کے نمائندے نظام خلافت کے قیام کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ نفاذ اسلام کے حوالے سے علماء کو موردالزام ٹھہرانا درست نہیں۔ علماء کرام نے 1951ء میں نفاذ اسلام کے لیے متفقہ طور پر 22 نکات پیش کر دیئے تھے مگر ان پر تا حال عمل نہیں کیا گیا۔ نظام خلافت کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ خلافت قائم ہو جائے تو اللہ کی نصرت ہمیں حاصل ہو جائے گی۔

مقبول حسین شاہ

مقبول حسین شاہ نے کہا کہ خلافت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی عملی تعبیر ہے۔ انبیاء کرام خلیفۃ اللہ تھے۔ خلافت مقصد انسانیت اور مؤمن کے سر کا تاج ہے۔ اس کے قیام کے لیے ہمیں جانی و مالی قربانیاں دینا ہوں گی۔

مولانا مقصود احمد سلفی (ناظم اعلیٰ سپریم کونسل جمعیت اہلحدیث)

مولانا مقصود اللہ سلفی نے کہا کہ حکمران اور اہل سیاست اگر دنیاوی واخروی فلاح چاہتے ہیں تو اپنی اصلاح کر لیں۔ عالم کفر اس وقت مسلمانوں کو اپنی اصلاح سے روکنے کی تدبیریں کر رہا ہے۔ ان مشکل حالات میں جو مسلمان اپنا تزکیہ کر لے گا وہ فلاح پا جائے گا۔

ڈاکٹر اسرار احمد (بانیٔ تنظیم اسلامی)

تقریب کے آخر میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے (باقی صفحہ 17 پر)

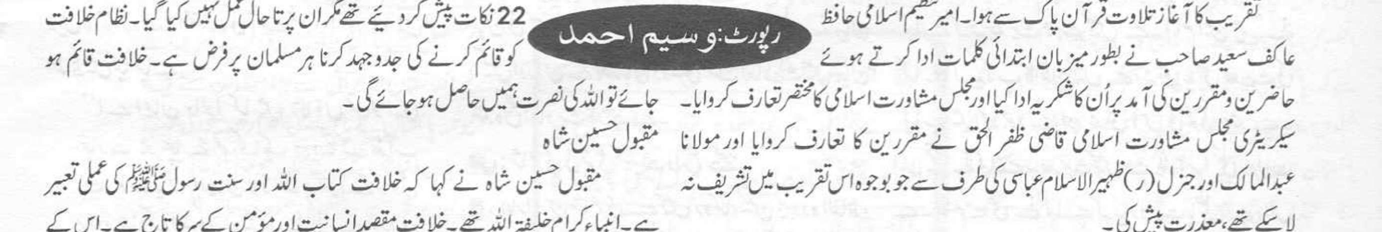

احیائے خلافت سیمینار سے بانیٔ تنظیم اسلامی، امیر تنظیم اور مہمان مقررین خطاب کر رہے ہیں۔

شیخ نورسی کی تفسیر قرآن

سید قاسم محمود

سورۂ نُور کی آیات پر غور کرنے کے بعد شیخ نُورسی نے مزید لکھا، اور ملاحظہ کیجیے کہ کیسے جاندار اسلوب میں لکھا:۔

''چونکہ میں نے اہلِ غفلت کی آنکھ سے مشاہدہ کیا تھا، اس لیے میں نے ایک چیخ سُنی جس میں نوحہ وماتم شامل تھا، لیکن جب میں نے ایمان اور حکمتِ قرآن کی عینک استعمال کی تو یکا یک ''الرحمٰن'' کے نام سے ''الرزاق'' کے بُرج سے ایک مشعل نمودار ہوئی، جیسے عین دوپہر کو آفتاب نمودار ہو، جس سے مفلس ونادار اور بدحال زندہ دنیا روشنی میں نہا گئی اور رحمت کی روشنی نے اُسے سایے میں ڈھانپ لیا۔ پھر میں نے اُس حیوانی دنیا کے ایک دوسرے پہلو کو دیکھا تو چڑیوں کے بچے کمزوری، عاجزی اور درماندگی کے سبب پُھڑ پھڑاتے نظر آئے، جبکہ المناک اندھیرا تھا۔ اس صورت حال نے ہر فرد و بشر کو رقیق القلب اور ترحم آموز بنا دیا، چونکہ میں نے اہلِ غفلت کی آنکھ سے مشاہدہ کیا تھا، اس لیے حسرت و افسوس کے ساتھ ''واحسرتا'' پکارا تھا۔ اب ایمان نے میری رہنمائی کی۔ میں نے اسم ''الرحمٰن'' کو بُرج ''شفقت'' سے طلوع ہوتے دیکھا۔ یکا یک اُس کی روشنیوں نے اس المناک اور غم زدہ دنیا کو حسین وجمیل اور خوش منظر بنا دیا اور وہ دنیا محبوب اور پسندیدہ نظر آنے لگی اور میری آنکھوں سے غم والم اور حُزن وشکوہ کے بہنے والے آنسو فرحت ومسرت کے آنسوؤں میں تبدیل ہو گئے۔''

مادہ پرست، مغرب زدہ دنیا کی المناکیوں، تباہیوں اور اندرونی وبیرونی ظلمتوں پر تنقید کرتے ہوئے شیخ نُورسی نے آگے لکھا: ''ایسے وقت میں جبکہ میں نے بنی نوع انسان کو ظلمتوں میں غرقاب دیکھا اور قلب و رُوح اور عقل کے ساتھ اور اپنے تمام جذبات اور احساسات کے ساتھ، بلکہ اپنے وجود کے تمام مساموں اور ذرّوں کے ساتھ...... میں سخت مایوسی کے عالم میں تھا کہ یکا یک قرآنی روشنی اور ایمانی قوت نے اِس گمراہ کن عینک کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور بصیرت وعقل کی روشنی عطا کی۔ میں نے اُس کے درمیان سے اللہ کے اسم، عادل کو الحکیم کے برج سے، الرحمٰن کو الکریم کے بُرج سے، المحی کو المحسن کے بُرج سے، ''رب'' کو الملک کے بُرج سے روشن آفتاب کی طرح طلوع ہوتے دیکھا۔ چنانچہ وہ تمام ظلمتیں کافور ہو گئیں جو بنی نوع انسان کے اندرون کی دنیاؤں پر سایہ فگن تھیں اور ایک روشن اور ضیا پاش کائنات وجود میں آ گئی۔ اسی طرح جہنمی حالات کافور ہو گئے اور بدحال اور مفلس دنیا پر عالمِ آخرت کے روزن کھل گئے اور اسے منور کر دیا۔''

یہی اشارہ وکنایہ کی زبان اور ادبی اسلوب ''رسائل نُور'' کی تمام تحریروں پر حاوی ہے، اور آیاتِ قرآنی کے حوالے سے اسی طرح کے متصوفانہ تاثرات کا اظہار کیا گیا ہے۔ شیخ نے اپنے اِن رسائل کو خود قرآن کریم کی حقیقی تفسیر قرار دیا ہے، کیونکہ قرآن کے معجزانہ اسرار سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس طرح ضلالت وگمراہی کی کھائیوں میں قدم رکھنے سے اس دنیا میں معنوی جہنم کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح ایمان کی وادی میں داخلہ اِس دنیا کی معنوی جنت سے فیض یابی کا سبب بنتا ہے۔ پھر ''رسائل نور'' کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ جس طرح فساد ومعصیت اور ارتکابِ جرائم سے رُوحانی تکالیف ہوتی ہیں، اسی طرح اس کے برعکس حسنات، خصائل حمیدہ اور شرعی حقائق کی پابندی سے رُوحانی لذتیں حاصل ہوتی ہیں جو جنت کی مسرتوں اور لذتوں کے مشابہ ہوتی ہیں۔ ''رسائل نُور'' کے بارے میں ترکی کے ایک دانشور ترگت یویان نے لکھا ہے:

''رسائل اربابِ فساد وضلالت کو استکبار واصرار سے روک دیتے ہیں، بشرطیکہ وہ عقل کی دولت سے مالا مال ہوں۔''

> **شیخ نورسی نے کہا:**
> **یہ دور ایمان کی حفاظت کرنے کا دور ہے۔ طریقت کی حفاظت کرنے کا دور نہیں ہے۔ جنت میں مسلمان بغیر کسی طریقت کی پابندی کیے ہوئے داخل ہو جائیں گے مگر ایمان کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہ ہو سکے گا**

خود شیخ بدیع الزماں نورسی نے ''رسائل نور'' کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے: ''ہم اللہ تعالیٰ کے بے پایاں شکر گزار ہیں کہ اِن رسائل نُور کا مقصد اِس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ہمارے دور کے اُن زخموں کے لیے شافی تریاق کا کام کریں جن سے ابھی تک خون بہہ رہا ہے۔ یہ رسائل معجز بیان قرآن حکیم کے معجزات میں سے ایک معنوی معجزہ ہیں۔ یہ قرآن کی چند شعاعیں ہیں۔ ان رسائل نے اپنے متعدد تقابلی مطالعوں سے، سرکشی میں ملوث معاندین کے خلاف، قرآن کی شمشیر برہنہ سے جنگ چھیڑ رکھی ہے اور الہامی توحید اور ایمانی حقائق پر...... جن کی تعداد کائنات کے ذروں کے مساوی ہے...... دلائل و براہین کے انبار لگا دیے ہیں۔''

جدید مغرب زدہ تہذیب کے دل دادہ نوجوانوں کے لیے ''رسائل نُور'' کے وہ حصے زیادہ پُرکشش ثابت ہوئے ہیں، جن میں سائنسی ایجادات اور صنعتی ٹیکنیکل ترقیوں کے متعلق قرآن کی پیشین گوئیوں اور معجزات کا تذکرہ اور اُن کی تفصیل تھی۔ ہوائی جہاز، ریلوے، ریڈیو، بجلی اور اب کمپیوٹر وغیرہ کی تمام دورِ جدید کی ترقیوں اور اختراعات کی خبر وحی الٰہی کے ذریعے دے دی گئی تھی۔ دورِ جدید کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقیوں اور ایجادوں کی قرآنی پیش گوئیوں اور سائنسی معجزات سے تعرض کرنا ''رسائل نُور'' کا ایک خاص پہلو ہے اور اس سلسلے میں قرآن کی آیات سے استنباط و استدلال اور اُس کے ذریعے قرآنی ہدایت سے فیض یاب ہونے پر زور واصرار شیخ کا امتیازی وصف ہے۔ مثال کے طور پر شیخ نے انبیائے کرامؑ کے معجزوں پر گفتگو کرتے ہوئے یہ سوال اٹھایا ہے کہ قرآن میں اُن کا تذکرہ کیوں کیا گیا ہے؟ کیا اِس کا مقصد محض انبیائے کرامؑ کے معجزوں کی خبر دینا ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے؟ یا اس تذکرے سے انبیائے سابقہ کے حسی معجزات اور حضور اکرم ﷺ کے عقلی معجزۂ قرآن کے درمیان تقابل کرنا اور حضور ﷺ کی فضیلت ثابت کرنا ہے، جیسا کہ بعض مصنفین کا نقطۂ نظر ہے۔

شیخ نُورسی نے انبیائے کرام کے معجزوں کے متعلق ایک اچھوتا نظریہ پیش کیا ہے جو قرآن اور سائنس کے مسئلے پر بڑا جامع، ترقی یافتہ اور حیرت انگیز نظریہ ہے۔ قرآنی معجزات کی ایسی بلند پایہ تعبیر شاید دوسرے مصنفین و مفکرین کے یہاں نظر نہ آئے۔ وہ لکھتے ہیں: ''قرآن نے انبیاء کے معجزات کا تذکرہ کر کے انسانیت کو بتا دیا ہے کہ مستقبل میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ایسی ترقی رونما ہو گی جس سے اِن معجزات کا دوبارہ ظہور ممکن ہو جائے گا۔ ماضی میں محیر العقول طریقے سے یہ معجزات رونما ہوتے تھے، لیکن مستقبل میں نوعِ انسانی کا قافلہ اتنا ترقی یافتہ ہو

چکا ہوگا کہ یہی معجزات عام طریقوں سے ہوں گے۔ گویا قرآن یہ دعوت دے رہا ہے کہ آؤ اور سعی و جہد کے ذریعے دو مہینوں کی مسافت ایک دن میں طے کرو، جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کو یہ معجزہ عطا ہُوا تھا۔ آؤ میڈیکل سائنس کے ذریعے پیچیدہ ترین امراض کا علاج دریافت کرو جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ اس طرح کے معجزات سے سرفراز تھے۔ چٹانیں کاٹ کر پانی نکالو اور انسانیت کی پیاس بجھاؤ، جس طرح حضرت موسیٰؑ کا عصا تھا۔''

اسی طرح شیخ نُورسی نے دوسرے انبیاءؑ کے معجزات کا تذکرہ کیا اور سائنسی و صنعتی ترقی کے ذریعے انہیں عالمِ وجود میں لانے کی قرآنی دعوت پر زور دیا اور آخر میں لکھا: ''ان معجزات پر قیاس کرتے ہوئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن انسانیت کو معنوی و مادی ترقیوں کی طرف سے آگے بڑھانے کے لیے ہمارے سامنے اسباق اور دُروس پیش کرتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ہر شعبے کا مربی ہے۔

رسائل نور اور شیخ کے اصلاحی مشن کے خلاف مصطفیٰ کمال پاشا کی سیکولر حکومت اور اُس کے اہل کاروں کے علاوہ سیکولر صحافیوں اور مصطفیٰ کمال پاشا کے پرستار مصنفین نے بھی شور مچایا۔ اخبارات و رسائل میں ترقی پسند، بزعم خود روشن خیال اور لادین طبقوں نے اُن کے خلاف اعتراضات کا بازار گرم کر دیا۔ ایک سخت الزام یہ لگایا گیا کہ وہ کُرد قومیت کے علم بردار ہیں اور اسلام کا نام لے کر دراصل اناطولیہ میں کُرد ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں، جو کُرد قوم پرستوں کا نصب العین تھا۔ سیکولر اخبارات اور جرائد نے ''رسائل نور'' اور شیخ کے معتقدین کے خلاف اس شدت سے پروپیگنڈا کیا کہ تعلیم یافتہ طبقے اُن کے خلاف ہو گئے۔ بے شک وہ بجا طور پر کُرد خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ترکی جمہوریہ کے قیام سے پہلے وہ اپنے آپ کو ''سعید کُردی'' کہتے تھے، مگر اس نسبت میں کُرد قومیت کا ذرا بھی شائبہ نہ تھا۔ جامعۃ الزہراء کے نصابِ تعلیم میں کُرد زبان کو بھی ذریعۂ تعلیم بنانے پر انہوں نے عمل کیا تھا، مگر ترکی اور عربی زبانوں میں بھی تعلیم دی جاتی تھی اور کُرد زبان ان دونوں زبانوں کی تابع تھی۔ مزید برآں شیخ نے اسلامی اخوت کے مقابلے میں کُرد قومیت کی مخالفت کی تھی۔ انہوں نے اعلان کیا تھا کہ کُردوں کی فلاح و بہبود ترکوں کی فلاح پر موقوف ہے اور 1925ء میں ترک فوج کے خلاف کُرد انقلابیوں کو ہتھیار اُٹھانے سے منع کیا تھا۔

دوسرا الزام شیخ پر یہ لگایا گیا کہ انہوں نے ایک نئے سلسلۂ طریقت کی بنیاد رکھی ہے اور اس طرح 1925ء کے ترکی قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ ''رسائل نور'' کا مطالعہ کرنے والے اشخاص کو جب بھی حراست میں لیا جاتا تو پریس یہ ہنگامہ کھڑا کر دیتا کہ یہ افراد کسی نئے آئین کے پیروکار، صوفی سلسلۂ طریقت پر عمل کرنے والے ہیں، جبکہ اصل حقیقت صرف اتنی تھی کہ یہ اجتماعی دُعاؤں کا اہتمام کرتے تھے۔ شیخ سعید نُورسی نے تو طریقت کے تمام سلسلوں کو عصرِ حاضر کے لیے غیر موزوں قرار دیا تھا۔ انہوں نے صوفیاء کی صحبت اختیار کی تھی، مکتوبات مجدد الف ثانی کا بغور مطالعہ کیا تھا اور اس سے بے حد متاثر تھے، مگر اس کے باوجود وہ کسی سلسلے سے بیعت نہ تھے۔ اُن کا قول تھا کہ دورِ جدید کی جہالت کا مقابلہ کرنے کے لیے تصوف کارآمد نہیں ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ: ''آدمی روٹی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، ہاں پھل کے بغیر وہ زندہ رہ سکتا ہے۔ تصوف کی حیثیت پھل کی ہے اور قرآنی حقائق کی مثال روٹی کی ہے''۔ انہوں نے 1934ء میں ایک عدالت میں اپنے بیان کے دوران یہ بھی کہا تھا: ''یہ دَور ایمان کی حفاظت کرنے کا دور ہے۔ طریقت کی حفاظت کرنے کا دور نہیں ہے۔ جنت میں مسلمان بغیر کسی طریقت کی پابندی کیے ہوئے داخل ہو جائیں گے، مگر ایمان کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔''

ان بے بنیاد اعتراضات سے قطع نظر یہ بات بہرحال ترکی کی اسلامی تحریکوں کے حلقوں میں گردش کرتی رہی ہے کہ شیخ سعید نُورسی نے اسلامی نظامِ حکومت کے قیام کی دعوت دی نہ اس کا کوئی خاکہ پیش کیا، بلکہ اسلام کے سیاسی افکار سے بحث ہی نہیں کی۔ اگرچہ اُن کے ''رسائلِ نُور'' نے قرآن کی جو تعبیر و تفسیر پیش کی، اُس کے سیاسی مضمرات ضرور تھے اور انہوں نے معاشرے میں ہلچل بھی برپا کی۔

دوسری تعجب خیز بات یہ ہے کہ 1925ء کی شیخ سعید کُردی کی بغاوت کی آپ نے مخالفت کی، حالانکہ اس جدوجہد کا مقصد شرعی حکومت کا قیام تھا۔

تیسرا قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ 1946ء میں شیخ اور اُن کے پیروکاروں نے عدنان مندریس کی حمایت کی، بلکہ شیخ کی وفات کے بعد اُن کے معتقدین نے ''ملی سلامت پارٹی'' جیسی اسلام پسند جماعت کی مخالفت کی، اُس کے رہنماؤں پر بے بنیاد الزامات لگائے اور اُس کے مقابلے میں ''جسٹس پارٹی'' جیسی سیکولر، مُلحد اور دشمنِ اسلام پارٹی کی حمایت کی جو قابلِ افسوس اور باعثِ ندامت ہے۔

ان اصلاح طلب پہلوؤں سے قطع نظر شیخ بدیع الزماں سعید نُورسی اور اُن کے ''رسائلِ نُور'' نے ترک معاشرے میں اسلامی تزکیہ و تربیت کی جو تخم ریزی کی، جدید مادیت کا مقابلہ قرآن کی روشنی کے ذریعے جس حکمت سے کیا، اور اس راہ کی تمام آزمائشوں کی جس مردانہ وار طریقے سے مزاحمت کی، وہ اسلامی ترکی کی تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے جس مغرب نواز سیکولرازم کا بزور آغاز کیا تھا، اُس کا منہ پھیرنے والی شخصیت شیخ نُورسی تھے۔ اُنہی کی کوششوں کے نتیجے میں ترکی جمہوریہ میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کے علم بردار اُٹھے اور اُنہوں نے ساتویں دہائی کے آخر میں ''ملی نظام پارٹی'' کی بنیاد رکھی جس نے تحریکِ اسلامی اور تجدید و احیائے دین کا واضح تصور ترک قوم کو دیا اور ترکوں پر اسلامی نظامِ حیات کے نقوش مرتسم کیے۔

[آئندہ قسط میں ''ملی نظام پارٹی'' کی احیائے اسلام کی کوششوں کا ذکر کیا جائے گا۔] (جاری ہے)

ضرورت رشتہ

☆ ایک پاکستانی تاجر (امریکن نیشنلٹی ہولڈر) کے لئے شرعی پردے کی پابند، تعلیم یافتہ، خوبصورت، نیک سیرت، امورِ خانہ داری میں ماہر خاتون کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0321-4194691
(10 تا شام 6 بجے)

☆☆☆☆☆

☆ لاہور کی راجپوت فیملی کو 27 سالہ بیٹی، تعلیم بی اے مع کمپیوٹر کورسز اور الھدیٰ کورس، طلاق یافتہ کے لئے دینی مزاج کا موزوں رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: 0322-4643749

☆☆☆☆☆

☆ آرائیں برادری کو اپنی بیٹی، عمر 19 سال، دراز قد، قبول صورت، بی اے میں زیر تعلیم کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ، شاہد رضا: 0300-7446250

دعائے صحت کی اپیل

☆ اُسرہ خواتین نوشہرہ کی سینئر رفیقہ گردوں کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ رفقاء و احباب سے مریضہ کے لئے دُعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ بانی تنظیم اسلامی کے خادم خاص عبد الغفور مسافر اور شعبہ مطبوعات کے کارکن محمد خلیق جونیئر کے ماموں گزشتہ دنوں وفات پا گئے!

☆ امیر تنظیم اسلامی کراچی وسطی سید اشفاق حسین کی ہمشیرہ انتقال کر گئیں۔

☆ قرآن اکیڈمی کے شعبہ انگریزی کے معاون سید محمد افتخار احمد کی ممانی وفات پا گئیں۔

رفقاء و احباب سے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

جنابِ صدر! ایک مشکل فیصلہ اور کیجئے

محبوب الحق عاجز

12 اکتوبر 1999ء کو عوام کی منتخب حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ فوج کے سربراہ نے ایک آئینی وزیراعظم کو معزول کر کے عنان اقتدار سنبھال لی۔ چنانچہ ملک ایک مرتبہ پھر سول حکمرانی سے محروم ہو کر فوجی حکومت کے ماتحت آ گیا۔ مگر عجیب بات ہے، اہل پاکستان، بجائے اِس کے کہ اس فیصلے پر اپنے شدید ردِعمل کا اظہار کرتے، انہوں نے خوشی منائی، ہوائی فائرنگ کی گئی۔ مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔ ایسا سماں بندھ گیا گویا ہم نے اپنے کسی دشمن ملک کے مقابلے میں معرکہ جیت لیا ہو۔ یا کھیل کے میدان میں ہماری کرکٹ ٹیم نے بڑی کامیابی حاصل کر لی ہو۔

آج پھر عوامی نفرت، اور بیزاری کی وہی کیفیت ہے، جو 12 اکتوبر سے پہلے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کے خلاف وکلاء کی تحریک کو عوام میں زبردست پذیرائی مل رہی ہے۔ سکھر، پشاور اور لاہور کی بار کونسلوں میں چیف جسٹس کی آمد کے مواقع پر لوگوں کا جوش خروش، اور چیف جسٹس کا فقید المثال استقبال اِسی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ **12** مئی کو کراچی میں چیف جسٹس کی آمد کے موقع پر ایک حکومتی اتحادی جماعت کو خون کی ہولی کھیلنے کی اجازت بھی اِسی لئے دی گئی، تاکہ وکلاء اور اپوزیشن حکومت کے خلاف عوامی قوت کا مظاہرہ نہ کر سکیں۔

سوال یہ ہے کہ کل نواز شریف گورنمنٹ سے عوامی بے زاری اِس قدر کیوں بڑھ گئی تھی، کہ اُن کی معزولی پر خوشیاں منائی گئیں، اور عوام نے فوجی حکومت کو خوش آمدید کہا۔ کیا وہ فوج کی حکمرانی کو پسند کرتے تھے۔ کیا اُن کا خیال یہ تھا کہ ملک کے لئے فوجی اقتدار ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے..... اور کیا آج عوام چیف جسٹس کا ساتھ اِس لئے دے رہے ہیں کہ وہ کوئی کرشماتی شخصیت ہیں یا ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی طرح، اُن کی ہر دلعزیزی کا نقش اہل وطن کے دلوں پر موجود ہے۔ ظاہر ہے ایسا نہیں ہے۔

کل جب عوام کی منتخب حکومت کا دھڑن تختہ ہوا، تو عوام نے اِس لیے سکھ کا سانس لیا تھا کہ معزول جمہوری حکومت نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ مہنگائی، بے روزگاری، بدامنی و انتشار اور ظلم و ناانصافی نے اُن میں بے چینی اور اضطراب کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ انہیں امید ہو چلی تھی کہ شاید نئے فوجی حکمران اُن کے زخموں پر پھایا رکھیں، اور انہیں اُن ناانصافیوں اور معاشی مشکلات سے چھٹکارا دلا دیں، جن کا نشانہ وہ ایک عرصے سے بنے ہوئے تھے۔ آج جب کہ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے اپنی قیمت وصول کرنے سے انکار کر کے فرسودہ آمرانہ نظام کے سامنے جھکنے کی بجائے جرات رندانہ کا مظاہرہ کیا ہے، تو عوام نے اُن کا خیر مقدم اِس لئے کیا ہے تاکہ اُس اندازِ حکمرانی سے انہیں نجات مل سکے، جس نے ملت اسلامیہ پاکستان کے پورے وجود کو گھائل کر دیا ہے۔ اُس کا جسم ہی نہیں، بلکہ روح بھی تڑپ رہی ہے۔ عوام کے معاشی اور مادی مفادات پر ہی یلغار نہیں ہو رہی، بلکہ اُن کے دین و ایمان پر بھی کاری ضرب لگائی جا رہی ہے۔

حکمرانوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ انہوں نے اپنے غلط اقدامات، بے رحمانہ اندازِ حکومت اور عوامی امنگوں سے متصادم

> **معاشرتی، معاشی، سیاسی، اور نظریاتی پہلو سے صورتحال ماضی سے زیادہ سنگین ہے۔ اِسی لیے عوام حکومت مخالف تحریک کا ساتھ دے رہے ہیں۔ عوام کا مسئلہ طرزِ حکومت یا شخصیات نہیں، نظام ہے۔ وہ فرسودہ ظالمانہ نظام جس نے دو وقت کی روٹی کا حصول بھی اُن کے لیے سخت دشوار بنا دیا ہے**

پالیسیوں سے عوام کو متنفر کیا ہے۔ کل جن اسباب سے لوگ اپنی ہی منتخب حکومت سے نالاں تھے، آج ان میں بہت سے اور اسباب کا بھی اضافہ ہو چکا ہے۔ صورتحال اُس وقت سے آج کہیں زیادہ گھمبیر اور تکلیف دہ ہے۔ اب اور تب میں فرق کمیت کا ہے، کیفیت کا نہیں ہے۔ کل اگر لوگ مہنگائی اور بے روزگاری کے ہاتھوں پریشان تھے، تو آج اِس میں اِس قدر اضافہ ہو چکا ہے، کہ دو وقت کی روٹی مشکل ہو گئی ہے۔ غربت و افلاس کے ہاتھوں مجبور اور مقہور انسان اپنی زندگی جیسی متاعِ عزیز کا گلہ گھونٹ رہے ہیں۔ اب پورے کے پورے خاندان اجتماعی خودکشیاں کرنے لگے ہیں۔ لوگ اپنے اور بچوں کے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے اپنے جسمانی اعضا گردے بیچنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ بدامنی و انتشار اور چوری ڈکیتی کی وارداتیں کل بھی ہوتی تھیں، مگر آج اُن کی شرح کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ ملک کے بعض حصوں میں نسلی و لسانی جھگڑوں، فرقہ وارانہ اختلافات اور ذاتی رنجشوں کے سبب قتل اور خونریزی ماضی میں بھی ہوتی تھی، مگر آج پاک دھرتی کے سینے پر کوئی جگہ ایسی نہیں رہی، جہاں آدمی کو جان کا تحفظ حاصل ہو، یہاں تک کہ ایوانہائے انصاف اور پولیس اسٹیشن بھی اس سے محفوظ نہیں رہے۔ ایسے مقامات پر سیکیورٹی کے اعلیٰ انتظامات کے باوجود نہ صرف عام لوگ قتل ہو جاتے ہیں، بلکہ جج صاحبان اور پولیس کے اعلیٰ افسران کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ افغان پالیسی اور قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن کے نتیجے میں خودکش حملوں کی خوفناک لہر نے ملک میں ہر جگہ زندگی کو پرخطر بنا دیا ہے۔ بازار میں شاپنگ کرنے والے، بنک یا سرکاری دفتر میں کام کرنے والے، ہوٹل میں کھانا کھانے والے، یا بس میں سفر کرنے والے شہری کی زندگی کسی بھی وقت ختم ہو سکتی ہے۔ ایک خودکش حملہ بیسیوں افراد کو موت کے منہ میں دھکیل سکتا ہے۔ مائیں اپنے جگر گوشوں کو ملازمت، کاروبار، محنت مزدوری یا سفر پر روانہ کرتی ہیں، اور جب تک وہ واپس نہیں آ جاتے بے چینی اور بے یقینی کا شکار رہتی اور اُن کی زندگی کے لئے دعائیں کرتی ہیں۔

نظریاتی محاذ پر دیکھئے، اسلام اور اُس کے نفاذ سے تو پہلے بھی حکمران مخلص نہ تھے۔ ضیاء الحق مرحوم گیارہ سال کے باوجود اسلام نافذ نہ کر سکے۔ میاں محمد نواز شریف نے بنک انٹرسٹ کو سود قرار دینے اور غیر سودی مالیاتی نظام وضع کرنے کے عدالتی فیصلے کے خلاف سپریم اپلیٹ بنچ میں درخواست دائر کی۔ میڈیا پر مغربی ثقافت کو فروغ دیا جاتا رہا، مگر آج تو حد ہو گئی ہے۔

روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے خوشنما عنوانات کے تحت اسلامی تصورات کی نہ صرف من مانی تعبیرات کی جا رہی ہیں بلکہ دینی تعلیمات کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ اسلام کا ایک ایسا ایڈیشن تیار کیا جا رہا ہے جس کا روح شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہ رہے، مگر وہ اہل مغرب کے لئے قابل قبول ہو۔ وہ لوگ جو افغان جہاد کے دوران روس کے خلاف دراصل دفاعِ پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے، وہ جو کشمیر کے محاذ پر انڈین فوج سے برسرِ پیکار تھے، اور جنہیں مجاہد قرار دیا جاتا تھا، بدلتے موسموں میں اُن کی جدوجہد ''Terrorism'' قرار پائی ہیں، اور اُن کا لقب ''دہشت گرد'' ٹھہرا ہے۔ کل وہ ہماری آنکھ کا تارا تھے، آج ہماری آنکھوں میں خار بن کر کھٹک رہے ہیں۔ اُن پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔

نظامِ تعلیم کے ذریعے قومیں اپنی روایات اور اقدار نئی نسلوں کو منتقل کرتی ہیں، انہیں اپنے اساسی نظریہ سے روشناس کراتی اور اپنی تاریخ سے آگاہ کرتی ہیں، مگر شعبہ تعلیم کا آج یہ حال ہے کہ نصاب میں ایسی خطرناک تبدیلیاں کی گئی ہیں کہ جن

سے تعلیم کے مذکورہ مقاصد پر ضرب پڑتی ہے۔نظریۂ پاکستان، مسلم قومیت، اسلام کے تصور جہاد اور اسلامی ریاست کے مباحث کو ایک مخصوص نقطۂ نظر سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔تاریخ پاکستان کا رشتہ محمد بن قاسم سے کاٹ کر اشوکا سے جوڑا جا رہا ہے۔عہد روشن خیال کے تعلیم کے وزیر با تدبیر، جنہیں قرآنی پاروں کی تعداد بھی یاد نہیں، 1857ء کی جنگ آزادی کو بغاوت قرار دے رہے ہیں۔

میڈیا کے میدان میں حکمران خم ٹھونک کر مغربی ثقافت کے فروغ اور اسلامی اقدار کے خاتمے کے لئے اُتر آئے ہیں۔ حکومت کی سرپرستی میں مغربیت کا جو سیلاب آ رہا ہے، اُس میں ہماری اقدار، روایات اور ثقافتی ضابطے سب کچھ بہہ رہا ہے۔نجی ٹی وی چینلوں نے جہاں اطلاعات تک رسائی کو ممکن بنایا ہے، وہاں تمام تر اخلاقی قیود، نظریاتی اصولوں اور دینی ضابطوں کا بھی جنازہ نکال دیا ہے۔اور یہ طوفان بدتمیزی کہیں رکنے کا نام نہیں لیتا۔حد یہ ہے کہ ان چینلوں پر اب بے قید جنسی آزادی، ہم جنس پرستی اور شراب نوشی کے جواز پر کھلے عام بحثیں ہو رہی ہیں۔ڈراموں، اشتہارات اور دیگر پروگراموں میں جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے اُس کی تو ماضی میں مثال نہیں ملتی۔

پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا۔اس کے قیام کا مقصد ایک ایسی ریاست کی تشکیل تھی، جہاں اسلام کے نظام عدل کا بول بالا ہو، جہاں سماجی انصاف، قانونی مساوات اور معاشی آسودگی سے لوگ بہرہ مند ہوں۔اس نصب العین سے اگرچہ ماضی میں بھی انحراف کیا گیا، مگر اب تو کھلے عام کہا جا رہا ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر نہیں بنا تھا، اور منظم کوشش ہو رہی ہے کہ آئین میں ایسی ترامیم کر دی جائیں جن سے اسلامائزیشن سے متعلقہ شقیں یکسر غیر مؤثر ہو جائیں۔حکومتی پارٹی کے اقلیتی رکن ایم پی بھنڈارا کچھ عرصہ پہلے اسمبلی میں ایک تحریک پیش کر چکے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کو آئین کا حصہ بنایا جائے۔ قائداعظم کے اُن ڈیڑھ سو بیانات اور تقاریر کو چھوڑ کر جن میں آپ نے واضح کیا تھا کہ پاکستان کی منزل اسلام ہوگی، اس کا آئین قرآن ہوگا اور اس میں شریعت کی حکمرانی ہوگی وغیرہ، اِسی متنازعہ تقریر کو آئین کا حصہ بنانے کی کوششوں کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ ملک کے سیکولر تشخص کے لئے آئینی راہیں نکالی جائیں، اور اسلامی شناخت کا خاتمہ کیا جائے۔

حکمران یہ سب کچھ کرتے رہیں، اور پھر بھی یہ خیال کریں کہ اُن کے خلاف عوامی تحریک زور نہ پکڑے گی، تو یہ اُن کی بھول ہے۔اور یہ بھول موجودہ حکمرانوں ہی کو نہیں، بلکہ اس غلط فہمی میں کرسی اقتدار پر براجمان لوگ اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں۔سیدھی سی بات ہے، عوام حکومتی پالیسیوں سے سخت نالاں ہیں۔معاشرتی، معاشی، سیاسی، اور نظریاتی پہلو سے صورتحال ماضی سے زیادہ سنگین ہے۔اسی لئے عوام حکومت مخالف تحریک کا ساتھ دے رہے ہیں۔عوام کا مسئلہ طرز حکومت یا شخصیات نہیں، نظام ہے۔وہ فرسودہ ظالمانہ نظام جس نے دو وقت کی روٹی کا حصول بھی سخت دشوار بنا دیا ہے۔وہ نظام جس میں امیر کے کتے عیش کرتے ہیں، غریب کے بچے بھوک کے مرتے ہیں۔ وہ بے رحمانہ نظام جس میں انصاف کا حصول وہم وخیال بن گیا ہے، جس میں تحفظ جان و مال اور عزت و آبرو ایسے حقوق ہیں، جن کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے، عملی دنیا میں اُن کا کوئی وجود نہیں۔ وہ جابرانہ نظام جس میں جاگیردار نے مزارع کا، سرمایہ دار نے مزدور کا، اور طاقتور نے کمزور کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔پسے ہوئے اور مظلوم طبقات کے لئے زندگی متاع عزیز نہیں، بوجھ بن چکی ہے۔وقت آ گیا ہے کہ اس نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے اور وہ منصفانہ اسلامی نظام نافذ کیا جائے جو پاکستان کی نظریاتی اساس ہی نہیں مقدر بھی ہے۔وہ نظام کہ جس سے اگر کوئی خوفزدہ ہے تو وہ شیطان اور اُس کی ذریت ہے۔اس نظام کے بارے میں ابلیس اپنے مشیروں سے کہتا ہے ؎

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
الحذر آئینِ پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیرِ رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب!
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں!

اگر جنرل پرویز مشرف واقعتاً پاکستان اور اہل پاکستان کی فلاح چاہتے ہیں، تو ضروری ہے کہ قوم کے اصل مسائل کے حل کے لئے اقدامات کریں۔قوم کو روشن خیالی کی بھول بھلیوں میں الجھانے کی بجائے، اُس بابرکت نظام کی روشنی میں لائیں جو جاگیرداری، سرمایہ داریت، طبقاتی تفریق، معاشی ناہمواریوں اور علاقائی، نسلی، لسانی تعصبات کے اندھیروں سے نجات عطا کرتا ہے۔اُس عادلانہ نظام کی خوشبو سے معطر کریں، جو غربت و افلاس، محرومی و مظلومی، ظلم و بربریت، آقائی و غلامی اور جبر و ناانصافی کی سڑاند سے چھٹکارا دلاتا ہے۔اُس آئیڈیل سسٹم کو بالفعل نافذ کریں، جس میں قوم کا آقا اُس کا خادم ہوتا ہے۔جس میں ہر کمزور اُس وقت تک طاقتور ہوتا ہے جب تک اُسے اُس کا حق نہ دلا دیا جائے۔جس میں فرات کے کنارے بھوک سے مر جانے والے کتے کی ذمہ داری بھی حکمران لیتا ہے، جس میں فرماں روا، بھی قانون و دستور کا پابند ہوتا ہے۔وہ عام آدمی کی طرح عدالت میں حاضر ہوتا، اور اپنی صفائی پیش کرتا ہے۔جس میں عمال اور رعایا کے درمیان نفرت کی دیواریں حائل نہیں ہوتیں، محبت کے رشتے استوار ہوتے ہیں۔جس میں گورنر، وزرائے اعلیٰ، وزیر اعظم اور صدر کے دروازوں پر دربان نہیں ہوتے، کہ اُن سے ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہو، عام آدمی بھی حکمرانوں سے مل سکتا اور اُن کے سامنے اپنے مسائل پیش کر سکتا ہے۔جس نظام میں حکمرانوں کا رہن سہن، انداز نشست و برخاست، اور لباس و وضع قطع میں تکبر، رعونت اور شاہانہ رنگ نہیں ہوتا بلکہ عاجزی و انکساری کی شان جلوہ گر ہوتی ہے۔

جناب صدر! آپ اکثر کہتے ہیں کہ ہم نے مشکل فیصلے کئے ہیں۔کیا آپ یہ مشکل فیصلہ بھی کر سکتے ہیں جو فی الواقع ملک و قوم کی تقدیر بدل دے۔وہ فیصلہ جو آپ کا فرض بھی ہے اور دھرتی کا قرض بھی!

✿✿✿✿✿

طلبہ کے سوالات

اسلام کے متعلق ذہن میں الجھن پیدا کرنے والے سوالوں کے جوابات طلبہ کے میگزین میں شائع کیے جاتے ہیں۔اب تک کے شائع شدہ جوابات کا انتخاب عمومی معلومات کے لئے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے

اپنی ڈاک کا پتہ بھیج کر 80 صفحات کا یہ کتابچہ آپ بلا معاوضہ حاصل کر سکتے ہیں۔

البلاغ فاؤنڈیشن اسلامی خط و کتابت کورسز کا ادارہ

A-43، نثار روڈ، لاہور کینٹ فون 0333-4620717

e-mail:albilaghfoundation@yahoo.com www.aasanasbaq.com

دستِ غیب

ہارون الرشید

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ غور کرنے والے غور کریں۔ تاریخ...... امریکہ ایسی عالمی طاقتوں کا قبرستان ہے۔ کیا ایک اور سپر پاور کے دفن ہونے کا وقت قریب نہیں آ گیا۔

جب تقدیر اپنا فیصلہ صادر کرتی ہے تو وہ پتھر پہ لکیر کی طرح نہیں، ایک طیب بیج کی طرح ہوتا ہے جو پھلتا پھولتا، برگ و بار لاتا ہے، جس کی شاخیں پھیلتی ہیں اور وہ چھتنار ہو جاتا ہے۔ پھر اس پہ بیج آتے اور نئے شجر اگتے ہیں، حتیٰ کہ حدِ نظر تک سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔

اللہ کی قدرتِ کاملہ شر میں سے خیر برآمد کرتی ہے۔ اول تو یہ کہ تکلیف اگر کوئی بری چیز ہے تو خدا کے محبوب بندے، اس کے اولیاء، پیغمبر اور سب سے بڑھ کر رحمۃ للعالمین ﷺ کو آزمائش اور انتظار سے نہ گزرنا پڑتا۔ افراد کی طرح اقوام کی بلوغت کا سفر بھی مصائب کی وادیوں سے ہو کر گزرتا ہے۔

12 مئی کے واقعہ پر غور کیجئے تو آدمی دنگ رہ جاتا ہے۔ طالب علم سوچتا ہے، وہ کون لوگ تھے جنہوں نے شاہراہِ فیصل کو بند کرنے کا فیصلہ کیا تھا کہ وکلاء اور اپوزیشن کی ریلیوں کو روک دیا جائے۔ کیا انہیں سیاسی نتائج کا اندازہ نہ تھا۔ پھر اس کے دل میں یہ یقین اور بھی گہرا ہونے لگتا ہے کہ پروردگار، اور لازوال اور بے مثال ہستی، خیال کے ذریعے اپنی کائنات پر حکومت کرتی ہے...... ایسی حکومت کہ ایک پتہ بھی اس کی مرضی کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔

خیال کہاں سے آتا ہے؟ غالب نے کہا تھا ؎

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

نہیں، یہ شاعرانہ نکتہ طرازی نہیں...... فی الواقع خیال داخل کی نہیں خارج کی چیز ہے۔ انسانی رجحانات، طرزِ احساس اور ترجیحات اپنی جگہ لیکن کیا آدمی ان کا تعین لازمی طور پر خود ہی کرتا ہے۔ نہیں، روزمرہ کا مشاہدہ یہ ہے کہ گاہے معمولی لوگ اپنے موقف پر سختی سے قائم ہو جاتے ہیں۔ بالکل غیر متوقع طور پر پہاڑ کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور ٹالے نہیں ٹلتے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کبھی انسانوں کا کوئی گروہ، کوئی رہنما ایسی چیز کا عزم کر لیتا ہے جس کا حصول بظاہر مشکل ہی نہیں، ناممکن لگتا ہے۔ جیسے 61 برس کے، ٹی بی کے مرض میں مبتلا قائداعظم نے پاکستان کا ارادہ کیا، حالانکہ قوم تقسیم، وسائل محدود اور حالات ناسازگار تھے۔ جیسے آیت اللہ، روح اللہ خمینیؒ نے استعمار سے آزاد ایران کا خواب دیکھا جبکہ تنظیم ناممکن تھی اور ساری دنیا رضا شاہ پہلوی کی پشت پر کھڑی تھی۔ جب جنرل محمد ضیاء الحق نے جو خود کو بجا طور پر ''متامل حکمران'' کہتے تھے، افغانستان میں روسیوں سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کیا، حالانکہ امریکہ محض روسیوں کو الجھائے رکھنے کا آرزومند تھا۔ نیوز ویک کے مطابق تب 70 فیصد سے زیادہ امریکی یہ سمجھتے تھے کہ آنے والے دنوں میں مزید ممالک سوشلزم کا شکار ہو جائیں گے۔ قرآن مجید قرار دیتا ہے کہ "وللّٰہ ترجع الامور" اور سب معاملات اللہ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔

اب دانشوروں کا معاملہ یہ ہے کہ تجزیہ کرتے ہوئے وہ باقی سب عوامل کو ملحوظ رکھتے ہیں، بس ایک بات بھول جاتے ہیں کہ کائنات اور حیات کا کوئی خالق بھی ہے۔ بے شک یہ دائمی قوانین ہیں جو کائنات میں کارفرما ہیں، لیکن سامنے کی یہ بات لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ اگر اس دنیا میں ہر طرح کے اداروں میں صوابدیدی اختیارات کی ضرورت ہوتی ہے تو کیا وہ علیم و خبیر رب اپنے قوانین میں استثنیٰ نہیں کرتا۔ پھر یہ کہ 12 مئی کے واقعات پر غور کیجئے تو کچھ ایسا استثناء بھی نہیں۔ عوامل پک چکے تھے، بس ہمیں خبر نہ تھی۔ پھر جبر پہ تلے ہوئے، ایک بے لچک اور متکبر گروہ کے رویئے نے یکا یک انہیں بروئے کار آنے کا موقع فراہم کر دیا۔

12 مئی ایک تاریخ ساز دن تھا۔ اس دن کے خونیں حادثات نے جو اثرات مرتب کئے اور جو وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتے چلے جاتے ہیں، کسی تجزیہ نگار نے ان کا احاطہ نہیں کیا۔ صرف یہ نہیں ہوا کہ ایک جماعت کا لسانی اور انتہا پسندانہ کردار اجاگر ہو گیا اور اس کی مقبولیت میں غیر معمولی کمی آ گئی۔ صرف یہ نہیں کہ صرفِ نظر کرنے اور فرار کا رویہ اختیار کرنے کی بجائے زخم خوردہ حریفوں نے مقابلے کا عزم کیا۔ صرف یہ نہیں کہ شدید عوامی رجحان کے سبب ذرائع ابلاغ کے رویئے میں غیر معمولی تغیر آ گیا۔ محض یہ بھی نہیں کہ جنرل پرویز مشرف کی عوامی مقبولیت کے لئے یہ سب سے بڑا دھچکا تھا۔ محض یہ نہ ہوا کہ غلطی کا ادراک کرنے کی بجائے انہوں نے فخر کیا اور نشاط کے ساتھ اسلام آباد کے سرکاری جلسے میں ڈھول بجائے اور پوری شدت سے خود کو ایم کیو ایم کے ساتھ جوڑ لیا۔ سب سے بڑی سرکاری جماعت قاف لیگ کو انہوں نے تلقین کی کہ وہ ایم کیو ایم کو تنہا نہ چھوڑیں بلکہ ان کی دلجوئی کے لئے وزیراعظم کو کراچی بھیجا، جو پہلے ہی آمادہ تھے۔

ان المناک واقعات کا ایک غیر معمولی نتیجہ اور بھی ہے، جس کی طرف کسی کا دھیان تک نہ گیا تھا۔ پاکستان کے لئے امریکی منصوبہ یکسر ناکام ہو گیا۔ بے نظیر بھٹو نے امریکیوں کو آمادہ کر لیا تھا کہ وہ انہیں جنرل پرویز مشرف کے ساتھ اقتدار میں شریک کریں۔ ہر اعتبار سے یہ امریکہ کے مفاد میں تھا۔ ایک ڈرامہ جس میں قاف لیگ اور پیپلز پارٹی حریف بن کر الیکشن کے میدان میں اترتیں اور انتخاب کے بعد مل کر حکومت بناتیں۔ ظاہر ہے کہ ایم کیو ایم اس کا حصہ ہوتی۔ مخدوم امین فہیم کے اس بیان کو یاد کیجئے کہ پیپلز پارٹی ایم کیو ایم کے اشتراک سے الیکشن پر آمادہ ہے۔ پھر اعتزاز احسن کی اس رائے کو کہ کارکن یہ کوشش ناکام بنا دیں گے، کارکن کر سکتے یا نہ کر سکتے، دستِ غیب نے کر دیا۔ پچھلے برس امریکیوں نے اسفندیار ولی کو واشنگٹن مدعو کیا تھا۔ کس لئے؟ ''لبرل'' قوتوں کا ایک اتحاد تشکیل دینے کے لئے، اور وہ آمادہ نظر آئے لیکن کیا اب یہ خوددار آدمی ایسا کر سکتا ہے۔ اب اس کے لہجے میں جذبات کی آنچ ہے اور ظلم کا دکھ، پھر اے این پی کا وہ کارکن جو پیپلز پارٹی سے مختلف ہے کہ اس جماعت کی تشکیل اور طرح سے ہوئی ہے اور پشتونوں کا مزاج جداگانہ ہے...... اب ''لبرل'' قوتوں کا کوئی اتحاد نہیں بن سکتا۔ بنے گا تو ایم کیو ایم اور جنرل پرویز مشرف کے بغیر۔ ایک مضبوط اتحاد نہیں۔ جب اس کالم میں یہ عرض کیا گیا کہ امریکیوں کو اب نواز شریف سے بات کرنا ہو گی تو بعض نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ تب میرے ذہن میں عوامی احساسات کی قوت تھی۔ وہ طاقت جو سوویت یونین کو توڑ ڈالتی اور امریکہ کو عراق میں خاک چاٹنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ مجھے اپنی رائے میں اب بھی وزن لگتا ہے اور یہ بھی کہ ملک ایک نئے عمرانی معاہدے کی طرف بڑھ رہا ہے۔

عراق سے ''آبرومندانہ'' نجات کی کوئی صورت نکل سکے تو امریکیوں کا ہدف افغانستان ہے، ٹونی بلیئر کے مطابق، جس کے ریگزاروں میں مستقبل کی جنگ لڑی جائے گی۔ امریکہ اور نیٹو کی افواج کو افغانستان میں جنرل مشرف کی مکمل اور سرکاری اداروں کی نیم دلانہ تائید حاصل ہے جبکہ عوام مخالف ہیں۔ اگر پاکستان میں عوامی جذبات کی آندھی نے اسٹیبلشمنٹ کے عناصر ترکیبی بدل دیئے۔ ذرائع ابلاغ اور سیاسی جماعتوں سمیت جمہوری اداروں کو قوت بخش دی تو کیا امریکہ کے لئے اپنے عزائم کی تکمیل زیادہ مشکل نہ ہو جائے گی؟

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ غور کرنے والے غور کریں۔ تاریخ...... امریکہ ایسی عالمی طاقتوں کا قبرستان ہے۔ کیا ایک اور سپر پاور کے دفن ہونے کا وقت قریب نہیں آ لگا؟ دستِ غیب، وہ حیّ و قیوم رب جو مہلت دیتا ہے لیکن اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

تنظیم اسلامی ملتان کے زیر اہتمام تفہیم دین پروگرام

18 تا 24 مارچ 2007ء کو قرآن اکیڈمی ملتان کے زیر اہتمام اہلیان ملتان کی علمی پیاس بجھانے کے لیے سات روزہ تفہیم دین پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں تنظیم اسلامی کے امراء حلقہ جات و بانی تنظیم اسلامی اور امیر تنظیم اسلامی کو مدعو کیا گیا۔ الحمدللہ، مجموعی طور پر یہ پروگرام بھرپور رہا۔ اس پروگرام میں مجموعی طور پر سات خطابات ہوئے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تاریخ	مقرر	خطاب کا عنوان
18۔مارچ	ڈاکٹر عبدالسمیع	رب ہمارا
19۔مارچ	رحمت اللہ بٹر	رسول ﷺ ہمارا
20۔مارچ	مختار حسین فاروقی	قرآن ہمارا
21۔مارچ	شجاع الدین شیخ	منزل ہماری
22۔مارچ	خالد محمود عباسی	عزم ہمارا
23۔مارچ	حافظ عاکف سعید	راستہ ہمارا
24۔مارچ	ڈاکٹر اسرار احمد	وطن ہمارا

پہلے چھ خطابات قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد میں ہوئے۔ شرکاء کی روزانہ اوسط حاضری 325 رہی۔ آخری خطاب ملتان آرٹس کونسل میں ہوا۔ آرٹس کونسل کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہال سے باہر بھی کلوز سرکٹ T.V کا انتظام کیا گیا۔ بعد میں آنے والے حضرات نے وہاں بیٹھ کر خطاب سنا۔ دوران خطاب بھی لوگ آتے رہے۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے تحریک پاکستان کا پس منظر تفصیل سے بیان فرمایا اور سورۂ آل عمران کی آیات کے حوالہ سے مسلمانوں کے حالات کا تجزیہ کیا۔ آپ نے فرمایا پاکستان کا قیام معجزہ ہے۔ آپ نے بانی پاکستان کی تقاریر کے اقتباسات بھی پیش کیے جن میں واضح کیا گیا ہے کہ پاکستان کا دستور قرآن ہوگا، پاکستان کے قیام کا جواز نظریہ توحید ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہم نے یہ ملک دین کے قیام کے لئے حاصل کیا مگر افسوس آج ہم ساٹھ سال گزرنے کے باوجود پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہیں کر سکے۔ پاکستان اپنا وجہ جواز کھو چکا ہے، اس لئے دنیا کے مفکرین اس کے خاتمہ کی پیشین گوئیاں کر رہے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ اگر ہم نے توبہ نہ کی اور عملی طور پر ملک کو اسلامی ریاست نہ بنایا تو یہ ملک ختم ہو جائے گا یا دوسری صورت میں بھارت کا طفیلی ملک بن کر رہے گا۔ 1400 سے زائد خواتین وحضرات نے آپ کا یہ خطاب پوری دلجمعی سے سنا۔

ہفت روزہ پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے ناظم اکیڈمی، ناظم مکتبہ، اور ناظم شعبہ سمع وبصر اور دیگر رفقاء نے دن رات محنت کی۔ انتظامات بہت عمدہ ہوئے۔ پروگرام کی تشہیر کے لئے ہینڈ بلز، بینرز اور دعوتی کارڈ کافی تعداد میں تقسیم کیے گئے۔ ریکارڈنگ کا بہت اچھا انتظام کیا گیا۔ پروگرامات سے ایک ہفتہ قبل یکسوئی اور لگن سے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے کوشش شروع کر دی گئی تھی۔ (رپورٹ: شوکت حسین انصاری)

تنظیم اسلامی کراچی شمالی کا دعوتی اجتماع

یکم مئی 2007ء کو تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کے زیر اہتمام دعوتی اجتماع رفیق تنظیم ڈاکٹر عدنان مغیث کے گھر منعقد ہوا۔ رفقاء تنظیم تقریباً گیارہ بجے جمع ہو گئے۔ مقامی امیر تنظیم نے افتتاحی کلمات کہے اور پروگرام کی غرض وغایت سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی دعوت کا دائرہ کار بڑھانا ہے اور الاقرب فالاقرب کے ساتھ ساتھ اپنی دعوت عام افراد تک پہنچانی ہے۔ انہوں نے ناظم پروگرام اور تمام ذمہ داران کا تعارف کرایا۔ ناظم پروگرام نے مختلف علاقوں کے لئے گروپ تشکیل دیئے۔ ناظم تربیت نے آداب گشت بیان کرتے ہوئے کہا کہ گشت کے دوران آپس میں گفتگو سے پرہیز کریں اور دعاؤں کا ورد کرتے ہوئے نظروں کی حفاظت کا خاص خیال رکھیں۔

تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تین گروپس نے گشت کا آغاز کیا اور درس قرآن کی دعوت اور تنظیم کی فکر لوگوں تک پہنچائی۔ نماز ظہر کے بعد مختلف مساجد میں پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ ٹھیک دو بجے اسامہ انوار کی تلاوت کلام پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ تلاوت کے بعد ناظم پروگرام نے احباب کو خوش آمدید کہا۔ ناظم دعوت طارق امیر پیرزادہ نے ''قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر درس قرآن دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ عبادت رب کے ساتھ ہم شہادت واقامت دین کا فریضہ ادا کریں۔ انہوں نے اقامت دین کی جدوجہد کے لئے التزام جماعت کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی اور تنظیم اسلامی کے فکر کی وضاحت کرتے ہوئے شرکاء کو اُس میں شمولیت کی دعوت دی۔ آخر میں شرکاء کا شکریہ ادا کیا گیا اور احباب کو میثاق کے شمارے اور تنظیم کا لٹریچر تحفتاً پیش کیا گیا۔ دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں نارتھ کراچی تنظیم کے 24 اور نارتھ ناظم آباد تنظیم کے 2 رفقاء اور 11 احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: عطاالرحمٰن عارف)

تنظیم اسلامی میرپور آزاد کشمیر کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

تنظیم اسلامی میرپور کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام جامع مسجد دارالسلام بمقام جی منعقد ہوا۔ تقریباً 25 رفقاء واحباب نے پروگرام میں شرکت کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز ڈڈیال سے آئے ہوئے حافظ قاری عبداللہ کی تلاوت سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ الصف کی آیات کی تلاوت فرمائی۔ مقامی امیر محترم سید محمد آزاد نے شب بیداری کے شرکاء کو خوش آمدید کہا، اور پروگرام کی غرض وغایت کے علاوہ مختصر تنظیمی تعارف بھی پیش کیا۔ اس کے بعد راقم الحروف نے ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ رفقاء واحباب کو بتایا گیا کہ نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی چار بنیادیں ہیں: (i) ایمان (ii) نبی ﷺ کی توقیر وتعظیم (iii) آپؐ کے مشن میں آپؐ کی نصرت وحمایت اور (iv) قرآن حکیم کا اتباع۔

نماز عشاء اور کھانے کے وقفے کے بعد مقامی ناظم دعوت جناب فیاض اختر میاں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حوالہ سے ''انفاق فی سبیل اللہ'' اور اپنے دینی بھائیوں کے لیے ایثار وقربانی کی اہمیت واضح کی۔

اِس کے بعد بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی تقریر ''دعوتِ تنظیم'' کے ویڈیو کا آخری حصہ دکھایا گیا۔ اگرچہ یہ چشم کشا اور ایمان افروز خطاب 1994ء میں ہوا تھا، لیکن اس میں موجودہ نام نہاد جدیدیت، روشن خیالی اور مغربیت کے حوالے سے انتباہ موجود تھا۔ اسے سن کر نہ صرف تنظیم اسلامی کے پس منظر کو سمجھنے میں مدد ملی، بلکہ طاغوت سے نجات حاصل کرنے اور اقامت دین یعنی حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے اسلامی تحریکات کے لیے قرآن وسنت سے اخذ کردہ مکمل لائحہ عمل بھی دلوں میں جاگزیں ہو گیا۔ سامعین کا اس بات پر یقین اور زیادہ محکم ہوا کہ قرآن وسنت میں ہمارے آج کے تمام تر مسائل کا حل موجود ہے اور قرآن وسنت سے ہٹ کر نہ ہم موجودہ زبوں حالی سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی اُخروی کامیابی۔ نقیب اسرہ جاتلاں محترم غلام سلطان نے سورۃ الفیل کے حوالے سے کہا کہ اگر ہم اپنے اعمال درست کرلیں تو اللہ آج بھی وقت کے ابرہہ کے لئے ابابیل بھیجنے پر قادر ہے۔

محترم ظفر اقبال نے عبادت رب کا مفہوم قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیا۔ ضلع قاضی کوٹلی محترم سردار حنیف کی دعا پر پہلی نشست کا اختتام ہوا۔ مختصر آرام کے بعد رفقاء صبح سوا تین بجے رب کے حضور مناجات کے لیے بیدار ہوئے۔ نماز فجر کے بعد سید محمد آزاد نے درس قرآن دیا۔

ناشتہ کے بعد مسنون دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: افتخار احمد)

تنظیم اسلامی ملتان کے زیر اہتمام پروگرام

13 مئی 2007ء بروز اتوار بعد نماز مغرب قرآن اکیڈمی ملتان میں تنظیم اسلامی میں گزشتہ پانچ ماہ کے دوران نئے شامل ہونے والے رفقاء سے تعارف کی محفل منعقد ہوئی۔ ملتان کی مقامی تنظیم کے امراء اور نقباء بھی اس پروگرام میں شریک تھے۔

پروگرام کے آغاز پر امیر حلقہ سعید اظہر عاصم نے نئے رفقاء کو خوش آمدید کہا۔ انہوں نے اس پُرفتن دور میں جماعتی زندگی کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے سورۃ المائدہ کی آیات 54-55 کے حوالہ سے مختصر درس قرآن دیا۔ درس میں آپ نے دینی ذمہ داریوں اور احساس فرض سے پہلوتہی اور جماعتی زندگی میں پسپائی اختیار کرنے کے نقصان کو واضح کیا۔ اور کہا کہ اگر ہم مسلمان اپنے دین سے پسپائی اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کا جھنڈا ایسے لوگوں کو تھمائے گا جو اللہ سے محبت کرتے ہوں گے اور اللہ ان سے محبت کرتا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے ہمیں اپنے دلوں میں اللہ سے محبت اور خلوص کا رشتہ قائم کرنا ہوگا۔ اس کے بعد اپنے جماعتی ساتھیوں کے لئے مشفق اور ہمدرد بننا ہوگا اور اپنے ہم مقصد ساتھیوں کے دل جیتنے ہوں گے، ان سے رشتہ اخوت کو مضبوط کرنا ہوگا، اور جو لوگ اس عظیم مقصد، اقامت دین اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کی راہ میں روڑے اٹکائیں گے، ان سے حکمت سے نمٹنا ہوگا۔ ہمیں اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے مسلسل جہاد جاری رکھنا ہوگا۔ اور یہ کام کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا کیے بغیر انجام دینا ہوگا۔ اگر ہم ثابت قدم رہے تو اللہ ہمارے قدم جمادے گا۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ غلبۂ دین کے لئے کوشاں رہتے ہیں، ایسے جواں مردوں کو اللہ نے اپنی پارٹی، اپنا گروہ قرار دیا ہے اور یہ خوشخبری سنائی ہے کہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے۔

درس کے بعد امراء تنظیم اور نقباء نے باری باری اپنا مختصر تعارف پیش کیا۔ بعد ازاں نئے شامل ہونے والے رفقاء نے بھی اپنا تعارف کرایا اور تنظیم میں شامل ہونے کے بعد کے اپنے احساسات وعزائم بیان کیے۔ آخر میں امیر حلقہ نے تنظیمی اجتماعات میں شرکت کی اہمیت، تنظیمی لٹریچر کے مطالعہ اور انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس پروگرام میں 35 رفقاء شریک ہوئے۔ (رپورٹ: شوکت حسین انصاری)

تنظیم اسلامی میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کے ساتھ امیر حلقہ لاہور کی ملاقات

13 مئی بروز اتوار صبح دس بجے تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کے ساتھ امیر حلقہ لاہور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کا تعارفی پروگرام قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد امیر حلقہ نے ابتدائی کلمات کہے۔ پروگرام میں شامل ہونے والے 24 رفقاء نے نام، تعلیم، پیشہ، رہائش، کب شامل ہوئے اور تعارف کیسے ہوا کے عنوانات کے تحت اپنا تعارف کرایا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے اپنا مختصر تعارف کرایا۔ تنظیم اسلامی کے Logo سے رفقاء کو آگاہ کیا اور حلقہ لاہور کی مقامی تنظیم اور منفرد اسرہ جات کا تعارف کرایا۔ اس کے ساتھ ساتھ تنظیم اسلامی میں موجود مشاورتی فورموں کی تفصیلات بیان کیں۔ اور تزکیہ نفس کے حوالے سے ذاتی احتسابی یادداشت کی اہمیت واضح کی۔ انہوں نے رفقاء پر زور دیا کہ وہ جلد از جلد مبتدی تربیت گاہ میں شرکت کریں۔ تربیت گاہوں کے ذریعے تنظیم اسلامی کی بنیادی فکر سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ امیر حلقہ نے مزید کہا کہ تنظیم اسلامی میں شامل ہونے کے بعد کچھ لوگ داڑھی رکھ لیتے ہیں، مبتدی تربیت گاہ میں شرکت بھی کر لیتے ہیں بعض دینی بعض شعائر کی پابندی بھی کرنے لگتے ہیں لیکن تنظیم میں شامل ہونے کا جو اصل مقصد ہے وہ ذہن سے نکل جاتا ہے۔ وہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کی رضا، جہنم سے آزادی اور رسول اکرم ﷺ کی سنت وسیرت پر چلنے کی کوشش اور آپ ﷺ کے مشن کی تکمیل یعنی اقامت دین کے لئے جدوجہد۔ انہوں نے کہا کہ اجتماعیت میں برکت ہے۔ اس سے کام آسان ہوتا ہے۔ اور تنظیم اسلامی کی قرارداد تاسیس میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ تنظیم اسلامی فرائض دینی کی بجا آوری میں آپ کی ممدومعاون ہے۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ تنظیم اسلامی کی کوئی خفیہ سرگرمیاں نہیں ہیں۔ نماز ظہر کے بعد اجتماعی کھانے پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: محمد یونس)

بقیہ: اداریہ

باقی ماندہ پاکستان بھی دنیا کے لیے تماشا بنا ہوا ہے اور آج ملک کی عظیم اکثریت یہ تسلیم کر رہی ہے کہ ہم ناکام ہو گئے ہیں۔ ہم ایٹمی قوت ہیں لیکن نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ افغانستان کا چغہ پوش مسخرہ کرزئی ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے۔ ہم کیسا یوم تکبیر مناتے ہیں کہ دنیا کا پسماندہ، غریب اور دفاعی لحاظ سے کمزور ترین ملک ہمیں ڈرا دھمکا رہا ہے۔ اگر ہم نے اسلامی نظریہ کو عملی تعبیر دے کر ملکی تعمیر کی ہوتی تو افغانستان کیا اُس کا آقا امریکہ بھی ہماری طرف بُری نگاہ اُٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ہماری رائے میں یوم تکبیر منانے کی نوبت تب آئے گی، جب تکبیر رب اِس ملک کا مقدر ہوگا۔ دین اسلام مذہب بن کر صرف مساجد میں محصور نہیں ہوگا بلکہ ایک دین اور نظام کی حیثیت سے حکومتی ایوانوں، عدالتوں، تجارتی منڈیوں اور مارکیٹوں میں عمل پذیر ہو۔ جس ملک کا مطلب ''لا الہ الا اللہ'' بتایا گیا تھا وہاں رب کی کبریائی قائم کیے بغیر یوم تکبیر منانا بہت مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ پاکستان صرف اس وقت ناقابل تسخیر ہوگا جب جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ ساتھ نظریاتی سرحدوں کی بھی بھرپور حفاظت کی جائے۔ ہماری تجویز ہے کہ پاکستان میں فوری طور پر اسلامی نظام کا نفاذ کیا جائے اور پاکستان کی پہلی اسمبلی نے جس روز قرارداد مقاصد منظور کی تھی، اُسے یوم تکبیر قرار دیا جائے۔

❁❁❁❁❁

بقیہ: روداد سیمینار

صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ کی پستی کا علاج نظام خلافت کے قیام میں ہے۔ اسلام کی احیائی تحریکوں سے بش اور مشرف خائف ہیں لیکن احادیث نظام خلافت بالآخر گلوبل سطح پر قائم ہوکر رہے گا۔ نظام خلافت کے قیام میں شک کرنا نبی کریم ﷺ کی نبوت پر شک کے مترادف ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ خلافت کا قیام مسلمانوں کے ایمان کا تقاضا اور دینی فریضہ ہے۔ باطل نظام کے تحت زندگی گزارنا گناہ ہے۔ پاکستان کا قیام معجزہ تھا، لیکن ہم نے اس کی قدر نہیں کی۔ اس وقت پاکستان میں اسلام ہے اور نہ جمہوریت ہے۔ ہم نے قرآن کو اپنا امام بنانے کی بجائے واشنگٹن کو اپنا قبلہ بنا رکھا ہے۔ حقیقی ایمان دلوں میں اجاگر کیے بغیر کامیابی ممکن نہیں اور حقیقی ایمان کے حصول کا سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ اور قرآن فہمی کے بغیر جس کے لئے عربی کی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے، حقیقی ایمان کا حصول دشوار ہے۔ تقریب کا اختتام اجتماعی دعا پر ہوا۔ نماز ظہر کی ادائیگی اور ظہرانے کے بعد مجلس مشاورتِ اسلامی کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں مجلس کے قائدین نے شرکت کی۔

❁❁❁❁❁❁

تصحیح

گزشتہ شمارہ میں قرآن اکیڈمی لاہور میں تکمیل پانے والے رجوع الی القرآن کورسز پارٹ I&II کی رپورٹ شائع کی گئی تھی۔ رپورٹ میں پارٹ II کے نتائج میں مرتب کی غلطی سے تیسری پوزیشن کے لئے صرف ایک طالبعلم (سجاد خان) کا نام شائع ہوا۔ جبکہ یہ پوزیشن دو طلبہ نے حاصل کی۔ دوسرے طالبعلم جنہوں نے تیسری پوزیشن حاصل کی وہ سجاد سرور ہیں۔

فلسطین لہو لہو ہے

اسرائیل ایک بار پھر فلسطینیوں پر حملہ آور ہے، ان نہتوں پر جو پچھلے کئی عشروں سے تن تنہا اسرائیلیوں سے نبرد آزما ہیں۔ ایک طرف میزائلوں، لڑاکا طیاروں اور ٹینکوں سے لیس طاقت ہے اور دوسری طرف پتھر، اینٹوں یا ہلکے پھلکے راکٹوں والے نوجوان، اس کے باوجود اسرائیلی فلسطینیوں میں جذبہ آزادی کی بھڑکتی آگ سرد کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک فلسطینی اور اسرائیلی جان سے گزرتے رہیں گے جب تک اسرائیل فلسطین کے مقبوضہ علاقے چھوڑ نہیں دیتا۔ اور تب تک ایسے خونی واقعات ہوں گے اور بار بار ہوتے رہیں گے۔

صدمہ یہ ہے کہ ان انتہائی نازک حالات میں حماس اور الفتح باہم دست و گریباں ہیں اور کئی دوستانہ معاہدے ہونے کے باوجود ان میں افہام و تفہیم کی فضا جنم لیتی نظر نہیں آتی۔ حالانکہ دونوں کو متحد ہو کر اسرائیلیوں کے خلاف لڑنا چاہیے تاکہ انہیں آزادی جیسی بیش بہا نعمت حاصل ہو سکے۔

امریکا مسلم آمروں کا حمایتی کیوں؟

امریکا کے مشہور اخبار، لاس اینجلس ٹائمز نے اپنے اداریے میں بش حکومت کی اس پالیسی پر زبردست تنقید کی ہے جس کے مطابق وہ دنیائے اسلام میں آمروں کی حمایت کر رہا ہے تاکہ اپنے مفادات حاصل کر سکے۔ اداریے میں خصوصاً پاکستانی صدر کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ امریکا کو خطرہ ہے، کہ صدر مشرف کے قتل ہونے یا ہٹنے سے انتہا پسند اقتدار میں آ جائیں گے، اس لیے وہ فوجی صدر کے ہر غلط اقدام سے آنکھیں چرا رہا ہے۔

عراق کی صورت حال

بدقسمت ملک، عراق میں امن و امان قائم ہونے کی اُمید دور دور تک نظر آتی ہے۔ وہاں روزانہ پرتشدد واقعات میں کئی افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ حقیقت میں وہاں امریکیوں نے ایسی کھچڑی پکا دی ہے کہ کچھ سمجھ نہیں آ رہا، کون کس سے لڑ رہا ہے۔ کبھی خبریں آتی ہیں کہ سنی اور شیعہ لڑ رہے ہیں۔ کبھی پتا چلتا ہے کہ آزادی پسند امریکی فوج پر حملے کر رہے ہیں۔ یہ لڑائی مار کٹائی تبھی تھمے گی جب امریکی عراق کی جان چھوڑ دیں گے۔ تاہم ابھی اس امر کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔

مارشل لاء نہیں لگے گا

بنگلہ دیش کی فوج کے سربراہ، لیفٹیننٹ جنرل معین احمد نے کہا ہے کہ وہ سیاست میں داخل ہونے کا کوئی پروگرام نہیں رکھتے اور نہ ہی ملک میں مارشل لاء لگانا چاہتے ہیں۔ جنرل صاحب کا کہنا ہے کہ بنگلہ دیشی فوج صدر فخر الدین احمد کی حکومت کی مدد کر رہی ہے اور جیسے ہی پارلیمانی انتخابات ہو گئے، وہ بیرکوں میں واپس چلی جائے گی۔ خدا کرے کہ جنرل صاحب کے یہی عزائم ہوں ورنہ تیسری دنیا میں تو یہی دیکھا گیا ہے کہ فوج پر اقتدار کا نشہ سوار ہو جائے، تو وہ آسانی سے نہیں اترتا۔

ایران کا ایٹم بم

بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے سربراہ، محمد البرادعی نے دعویٰ کیا ہے کہ اگلے تین تا آٹھ برس میں ایران ایٹم بم بنا لے گا۔ اُدھر امریکا نے ایرانی حکومت کو دھمکی دی ہے کہ اگر اس نے اپنا ایٹمی منصوبہ نہ روکا، تو اس پر زیادہ سخت پابندیاں عائد کی جائیں گی۔ تاہم صدر احمدی نژاد نے پھر کہا ہے کہ ایرانی ایٹمی منصوبہ پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ جاری رہے گا۔

بھارت پر تنقید

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی تازہ سالانہ رپورٹ میں جموں و کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کرنے پر بھارتی حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ غیر امتیازی سلوک ہوتا ہے اور حکومت کو اس جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

شام میں ریفرنڈم

پچھلے دنوں شامی پارلیمنٹ نے یہ تجویز منظور کر لی تھی کہ 41 سالہ صدر بشار الاسد کو اگلے سات برس کے لیے شام کا حکمران بنا دیا جائے۔ بعد ازاں 27 مئی کو عوامی ریفرنڈم منعقد ہوا، تاکہ نئے صدر کا انتخاب ہو سکے۔ چونکہ بشار الاسد کے مقابل کوئی امیدوار نہیں، لہٰذا وہ 2014ء تک شام کے صدر بن گئے۔

سرب جنگی مجرم فرار

1992ء تا 1995ء بوسنیائی مسلمانوں پر شدید ترین مظالم ڈھانے کے سلسلے میں علاقہ فوکا (Foca) میں بوسنیائی سربوں کے رہنماء، اردوان شانکو ویک نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس نے فوکا کے مسلمانوں کو جنگی کیمپوں میں رکھا، ان سے انسانیت سوز سلوک کیا اور خواتین کو بے حرمتی کا نشانہ بنایا۔

پچھلے ماہ بین الاقوامی عدالت انصاف نے بہیمانہ جرائم کرنے پر شانکو ویک کو بیس سال قید کا حکم سنایا تھا۔ اُسے فوکا کی جیل میں رکھا گیا تھا۔ اب خبر ہے کہ اُسے 25 مئی کو دندان ساز کے پاس لے جایا گیا۔ جب وہ کلینک کے سامنے سے گزرا، تو وہاں کھڑی ایک ویگن میں بیٹھ کر فرار ہو گیا۔ اس واقعے سے عیاں ہے کہ عیسائی حکومتوں نے شانکو ویک کو فرار کروایا ہے۔ ورنہ دس پہرے داروں کو جل دینا آسان کام نہیں ہے۔ مسلمانوں کے قاتلوں کے سلسلے میں عیسائی حکومتوں کی بے حسی کی یہ بدترین مثال ہے۔

لبنان میں فساد

لبنان میں تقریباً چار لاکھ فلسطینی مہاجر کیمپوں میں رہ رہے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک مہاجر کیمپ، نہر البارید کی ایک تنظیم فتح الاسلام اور لبنانی فوج کے مابین تصادم ہو گیا جس کی لپیٹ میں آ کر ستر افراد مارے گئے۔ لبنانی حکومت کا دعویٰ ہے کہ انصار الاسلام کے القاعدہ والوں سے تعلقات ہیں۔ لہٰذا اُسے ''دہشت گرد'' تنظیم کہا جا رہا ہے۔ اس مسئلے نے وزیر اعظم فواد سنیورا کے لیے مزید مشکلات پیدا کر دی ہیں۔

''دہشت گردوں'' کے خلاف جنگ اور پاکستان

سینٹر فار پبلک انسٹی گریٹی امریکا کی ایک غیر سرکاری تنظیم ہے۔ اس نے اپنی تازہ رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ بش حکومت نے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے لیے جو فنڈز مختص کیے ہیں، ان سے سب سے زیادہ رقم پاکستان کو دی جا رہی ہے۔ رپورٹ کے مطابق واقعہ 9/11 کے بعد پہلے چار برسوں میں پاکستان کو تین ارب ڈالر کی امداد دی گئی۔ پیسے لے کر حریت پسندوں اور مزاحمت کاروں کے خلاف امریکہ کی جنگ میں تعاون کو کیا نام دیا جائے۔ کیا یہ قومی اور ملی غیرت کا قتل نہیں ہے، ذرا سوچیے!

خاتون رکن کا افغان پارلیمنٹ سے اخراج

افغان پارلیمنٹ کے ارکان نے متفقہ طور پر ایک خاتون رکن، مالائی جویا کی رکنیت معطل کر دی ہے کیونکہ اس نے ان کی توہین کی تھی۔ جویا نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ارکان پارلیمنٹ گائے اور گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔

gave birth to Jihad. It is actually Pakistan that has the spiritual center of Tableeghi Jama'at who is known as the ideological backyard of Al Qaeda.3 It is actually Pakistan who has hindered the growth of India that is destined to contain China. It is Pakistan who produced Dr. A.Q. Khan. It was Pakistan who reportedly said to Saudi Arabia in the oil shortage of 1970s that 140 million Pakistanis would defend Makkah and Medina with their lives. But it is Pakistan that cannot be dealt with directly because it has a small pile of something about 50 nukes and a whole variety of ballistic missiles. So alternates were needed and Pakistan was fooled to be co-opted.

But co-opting was not the end they were looking forward to. It was the re-designing of the Islamic World they actually meant and Pakistan being the strongest of them is needed to be torn apart first – and so they said "Pakistan First" – a slogan that rejected all logics from Muhammad (Peace Be Upon Him) to Iqbal who said religion makes the Ummah and Ummah is the Nation.

Soon problems started appearing in Pakistan one by one just like Muhammad (Peace Be Upon Him) said that "Fitna" (Afflictions) will fall upon you as the rain falls. The separatists in Balochistan came out of no where claiming to detach Balochistan from the homeland. Pakistan Army, proudly one of the most professional armies in the world, was conquering its own country in the two of total four provinces. Persecution of people with links with religious bodies started and people were abducted and sold for a fistful of dollars.4 Allegations are being put on Pakistan to assist Taliban resurgence. Cross-borders operations are openly done and accepted by the Allied forces in the Pakistani territory. The tyrant dictator is growing weaker by every day as his allies in Karachi displayed a wonderful show of Nazism; the political turmoil is growing stronger and better everyday.5 This was not enough that a band of Mullahs declared a war on the current regime in the heart of the Capital.6 All this is happening that suddenly Afghanistan reminds itself of its claim on Durand Line and start massing up army on the border to wage a war on an old foe.7 All this seems perfectly aligned and clarifies that the six year old hypothesis, that it is actually Pakistan that Allied forces are after, is actually true.8

The growing chances of Emergency or a Martial Law would further strengthen the possibility of a Civil War and more violence. If this kept on, the way it is, a "pre-emptive" strike by India on behalf of the US and its allies on the pretext of a possible Pakistan controlled by Mullahs with Nukes would be certainly ideal. If this War ever happened it would be a war with destruction of unimaginable proportions. The world would certainly move to the end in leaps and bounds – this would be the War to end all Wars.

Pepe Escobar believes that the Islamic World needs the second coming of Saladin.9 The Islamic World would not have anyone anymore till the appearance of the greatest Saladin of all times – the much awaited Imam Mehdi.

It is said that a comet from the east will appear before the appearance of the Imam Mehdi10, and it is also said that this comet has appeared before many historically significant incidents. Today the world knows this comet as the Halley's Comet.11

If Ronald Reagan was right in 1981-82 then the Halley's Comet last appeared in 1986. The followers of Reagan must be looking for a 21 year old boy in the land of Hijaz who may or may not have even born yet.

It is said that three armies who would come to Makkah to protect Imam Mehdi and one of these would be of the descendants of Bani-Israel from Khurasan and will have an army of black flags.12

There is only one ethnic group that claims to be descendants of Israel (Prophet Jacob) in the whole Central Asian Belt from Uzbekistan to Iran and Afghanistan that makes the ancient Khurasan. This lonely warlike ethnic group who still possess many of the similarities with Bani-Israel are Pashtuns (Pathans).

The followers of Ronald Reagan may not have found the young boy but they certainly saw the flags of Taliban and their allies much before the Islamic World. So it became obligatory to eliminate any possibility of them being the one if they ever were the one prophesized. Islamabad still cannot see the flag of Lal Masjid. Who cares about the possibilities here?

Nothing is certain today in this modern age of Information overload, but one thing is certainly certain; Chaos and Destruction is eminent. War lies ahead and it may prove to be the one foreseen by Ronald Reagan.

The time is running out...the time to make a choice is near!

References:

Grace Halsell, Forcing God's Hand, Amana Publications (2002)

Ralph Peters, Blood Borders, US Armed Forces Journal, June 2006

www.rediff.com, Tablighi Jamaat Under US Scanner, July 14, 2003

Pervez Musharraf, In the Line of Fire: A Memoir, Free Press (2006)

www.news.bbc.co.uk, Violence bring Pakistan full circle, May 13, 2007

www.news.bbc.co.uk, Islamabad's Red Madrassa, March 28, 2007

www.timesonline.co.uk, Afghan soldiers mass on border ready and willing to take on old foe, May 19, 2007

Z. Hamid, www.icssa.org, The Encirclement of Pakistan: The Game Gets Sinister Part I & II, May 2007

Pepe Escobar, www.atimes.com, The Second Coming of Saladin, May 17, 2007

Murtaza Lakha, The Twelfth Imam, R & K Tyrrell, London, 1993

Halley's Comet, http://en.wikipedia.org/wiki/Halley_Comet

Ibn Majah page 300, & Book 041, Number 6979 Sahih Muslim

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 21

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

BILAL KHAN

A War to End All Wars

"I believe that the time of Armageddon is near and may be it is the generation of our kids to witness it"

President Ronald Reagan, Israel 1981-82 Ever since 9/11, billions of dollars has been spent to kill or capture a few spoiled men. It does not make any sense, does it? At least it does not make any sense to a few surviving sensible people on earth. War on Terrorism is much bigger than the big game that created the buzzing Durand Line. Even a small kid can better see the mushroom growth of hatred this war has given birth to, how I wish a "genius" in Washington could see this as well. If the purpose of War on Terror was to defeat hatred especially against the United States then it has served every other purpose but this.

The feeling of absolute power has made men, though of astonishing ability, going insane. The fall of Berlin have never stopped production of Hitlers in any given century. The century that saw the fall of Berlin has produced even more of them; more brutal, barbaric and hypocrite.

George called War on Terror a Crusade, though he later apologized, we never know what he actually meant. But the matter of fact is this War has become one, a Crusade – a never ending story that might end with the end of everything. This can be established as a fact without sharing the ideology of either side because none of them considers oneself making a human mistake. No human, if human indeed, can love bloodshed. But attacking sensibilities and emotional beliefs of anyone can drive him or her insane.

The greatly misused jargon of Freedom of Expression becomes justified if the mighty uses it to oppress the already oppressed. But the founders of this concept has themselves forgotten a basic rule that your freedom ends where freedom of others start.

It is useless to going in to debate of why and who started this War, what are the real intentions and objectives of War on Terror, whether it was designed by Pentagon or some obscure secret society? Is it China or the growing influence of Russo-Chinese axis or the huge natural resources of the Islamic World or all of them? The truth is if everybody behind this War thinks what Ronald Reagan thought – than we are on Auto-Pilot. It cannot be stopped. The religious fanaticism of Christendom has surpassed the insanity of the medieval ages.

If this is the one "war" to end all wars – soon everyone will have to make a choice. As Muhammad (Peace Be Upon Him) said that it would be between Islam and Non-Islam. So there are not many options available.

The creation of Israel had liberated the genie in the bottle: the Jihadi spirit of Islam. The creation of Israel that was seen as a dagger in the heart of Islam – was seen in the US as the fulfillment of one of many biblical prophecies about the return of Christ that were interpreted by Reverend Scofield. The increasingly possible destruction of Aqsa mosque in Jerusalem is seen by the dispensational Christianity as one major and final prerequisite for the return of Christ. Today many Born-Again Christians like George ask their priests "when would Christ Return?"1

One after another the Western world has given the Islamic World many reasons to hate since the World War I. All notorious geographical disputes were not created by any fault on part of the Islamic world. It was not Islam who mal-treated Jews. The entire history of Jerusalem testifies to the fact that the most tolerant and peaceful of its days were the days it was ruled by the "intolerant" Islam.

Then came the 1980s; it was the western powers to show the Islamic World a quicker way to get their occupied territories back. It was the Super Power itself who equipped the Jihadis with the tactics of modern guerilla warfare. Now that the Jihadis have turned their attention to the atrocities of the same Super Power; they became terrorists. The tactics were same, the game was the same but this time they were not the heroes of the lean and mean World of Capitalists.

Six years of onslaught of innocent lives and "caricatures" of Islam from Denmark to the US, propaganda against the Mosque-goers from Islamabad to Cairo has produced nothing but more radicals, more hatred, more fuel for the War to go on and to grow on. There is only one solution to this War and that is to shun all ignorant rudeness otherwise it can only grow more and bigger.

Pakistan became a Non-NATO ally to the War on Terror; one would always think why on earth the greatest power of the world would need someone like Pakistan to crush a meager entity of Taliban?

There can be many answers to this question for example it is Pakistan who created them. Pakistan is the only country in the whole Islamic World to actually possess the Weapons of Mass Destruction. It was actually the ports of Pakistan the USSR was looking to not the barren land of Afghanistan. It is actually a province of Pakistan that provides the shortest port access to the huge Oil and Gas resources of Central Asia. It is the same province of Pakistan that is filled with gas itself. It is the same province of Pakistan that Ralph Peters think should be liberated to create more just borders of Islamic World.2 It is actually Pakistan where the Wahabbi-Deobandi alliance